خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ

ملیہ

فیصل آباد پاکستان

رجب المرجب ۱۴۳۶ھ بمطابق مئی 2015ء

کلمۃ الحبیب

یمن کا قضیہ

مسلک کے نفاذ کی جنگ!

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

www.milliafsd.com

معراج النبی ﷺ

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحُسینی شاہ صاحب قدس سرّہٗ

❁❁❁❁

سِدرۃُ المُنتہیٰ جس کی گردِ سفر
راہوارِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

❁❁❁❁

"سِدرۃُ المُنتہیٰ" رہگزر میں تری،
"قابَ قوسین" گردِ سفر میں تری
تُو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں،
تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

❁❁❁❁

سِدرۃُ المنتہیٰ سے بھی گُزر رے (صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ اللہ کیا رسائی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ
مِلّیہ
فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

شمارہ نمبر 5 جلد نمبر 11

بمطابق مارچ 2015ء

فہرست مضامین

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر
مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر
مولانا جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 30 روپے

پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے

ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان
041-8711569,
0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

یمن کا قضیہ مسلک کے نفاذ کی جنگ!

(حصہ اوّل)

کلمة الحبیب

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام وعلی عبادہ الذین اصطفی!

یمن کا مسئلہ مسلکی نہ تھا قبائلی تھا مگر اب اس کو عالمی سطح پر مسلکی بنا دیا گیا ہے۔اس میں سب کا کردار ہے،کوئی بھی پیچھے نہیں ہے۔کسی بھی ملک میں اگرکوئی تحریک چلے اوراس کے پیچھے غیر ملکی ہاتھ نہ ہوتو یہ صورت حال نہیں ہوتی جو کہ یمن میں ہے۔ہمارے مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ہم اپنے مفادات کی خاطر غیروں کی طرف دیکھتے ہیں،غیروں سے میری مراد ملک سے باہر کی طاقتیں ہیں،ان میں غیر مسلم طاقتوں کا بڑا حصہ ہے۔ہمارے ہاں اب مسلمان وہ نہیں رہے جو کہ اختلاف اور شدید جنگی حالت میں ہونے کے باوجود بھی کسی مسلمان حکمران کے خلاف کسی غیر مسلم طاقت سے مدد حاصل نہ کریں۔

تاریخ میں ایک مثالی کردار حضرت امیر معاویہؓ کا ہے جو کہ سنہری حروف میں آج بھی لکھا جانے کے قابل ہے،اورآجکل کے حکمرانوں اور حکمران مخالفوں کے لئے مشعل راہ ہے۔سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کا شدید اختلاف ہوگیا،اورنوبت جنگ تک پہنچی، بلکہ جنگ بھی ہوگئی۔ان دنوں روم کی عیسائی سلطنت طاقت کے اعتبار سے ایسی ہی تھی جیسے کہ آج امریکہ ہے۔جب روم کے عیسائی بادشاہ کواس بات کا علم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلے میں حضرت امیر معاویہؓ ہیں تواس نے حضرت امیر معاویہؓ کوخلافت دلانے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلے کے لئے امداد کی پیش کش کی جس میں اُس نے لکھا کہ:

اے معاویہ! ہم دونوں علیؓ کے خلاف اکٹھے ہوجائیں تا کہ تم علیؓ سے خلافت لے سکو۔

تواس کے جواب میں حضرت امیر معاویہؓ نے لکھا:

من معاویه بن ابی سفیان الی کلب الرّوم:اما بعد!

فوالّذی نفسی بیده ان تقدمت بکثیف "یقصدالارض"او عبرت بسفینة البحر لاجتمعن انا و ابن عمی علی ابن ابی طالب علیك ،فالحذر الحذ ر !

معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے رومی کتے کے نام:

قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم نے اس زمین (حضرت علی کے مقابلے) کا ارادہ بھی کیا، تو اس وقت سے ڈر، تو اس وقت سے ڈر، جب میں اور میرا چچازاد بھائی علی ابن ابی طالب تمہارے مقابلے میں اکٹھے ہوں گے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رومی بادشاہ ہرقل نے لکھا:

ہمیں تمہارے اور علیؓ کے درمیان اختلاف کا علم ہوا ہے، اگر تم چاہو تو میں تمہاری مدد کے لئے ایک مضبوط لشکر روانہ کر دیتا ہوں تا کہ وہ علیؓ کو تمہارے سامنے باندھ کر پیش کرے۔

تواس کے جواب میں حضرت امیر معاویہؓ نے لکھا:

وفی روایة:

یا هرقل !اعنا خبثك و شرك و الاّ اتیت الیك بجیش جرار علیؓ قائده اناتحت امرة علیؓ حتی أ ملکه الارض التی تحت قدمیك۔

اے ہرقل! ہم پر تمہاری خباثت اور شر ظاہر ہو چکا ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو علیؓ کی قیادت میں تمہارے مقابلے میں ایک بڑا لشکر آئے گا، جس میں علیؓ امیر ہونگے اور میں ان کے تحت ہونگا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے روم کے بادشاہ کو کُتے سے تشبیہ دی۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے اس رومی عیسائی بادشاہ کو جو جواب دیا وہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ حالانکہ حضرت امیر معاویہؓ کو واقعی مدد کی ضرورت تھی مگر انہوں نے نہ صرف اس امداد کو قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ ایسا

جواب دیا کہ اس کے بعد صدیوں تک کسی بھی غیر مسلم طاقت کو مسلمانوں کے معاملات میں مداخلت کی جرأت نہیں ہوسکی۔

مگر گزشتہ صدی سے ہمارے مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ہم سب مسلمان کہلا کر آپس میں لڑنے کے لئے غیر مسلم سے نہ صرف مال، فوج اور اسلحہ کی امداد لیتے ہیں بلکہ ان سے ایسے معاہدے بھی کرتے ہیں جن سے مسلمان قوم کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ پوری دنیا میں آج کوئی بھی مسلم ملک ایسا نہیں ہے جہاں پر غیر مسلم طاقت کے بغیر حکمرانی ہو۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ ان میں تو کچھ حکمران لبرل بن کر غیر مسلموں کے آلہ کار کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اور کچھ مسلمان ممالک میں وہاں کے عوام لبرل لوگوں کو قبول نہیں کرتے تو وہاں پر مسلک کا نام استعمال کیا جاتا ہے، اور مسلک کی بنیاد پر حکمرانی کی جاتی ہے، اور ان علاقوں کو مسلکی جنگ کا میدان بنالیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے مقامی لوگ باہر کے کسی ہم مسلک ملک یا تنظیم سے رابطہ بنا لیتے ہیں۔ اور اگر کسی ملک میں کسی مسلک کی تنظیم نہیں ہے تو وہاں پر باہر کا ملک اپنے ہم مسلکوں کی مالی طور پر امداد کر کے ایسے افراد کو کھڑا کر دیتا ہے جو کہ اس کے مسلکی مفادات کو پورا کرے، اور اگر نہ بھی کر سکے تو اس تنظیم کی سرگرمیوں کی وجہ سے اس ملک کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے لئے بھی باہر سے امداد دینے والا مسلمان ملک کسی غیر مسلم طاقت ہی کا محتاج ہوتا ہے۔ ہمارے مسلمان مذہبی لیڈر بھی اپنے ایجنڈے کو نافذ کرنے کے لئے غیر مسلموں سے امداد لیتے ہیں۔

مسلکی بنیاد پر عیسائیت میں بھی جنگیں ہوتی رہیں، عیسائیوں میں بھی کئی فرقے ہیں، جن میں دو فرقے مشہور ہیں، ایک رومن کیتھولک دوسرا پروٹیسٹ۔ ان دونوں فرقوں میں بڑا اختلاف ہے۔ رومن فرقہ پاپائیت کا قائل ہے، جبکہ پروٹیسٹ پاپائیت کا قائل نہیں، یہ فرقہ بنا ہی پاپائیت کے خلاف پروٹیسٹ (احتجاج) کی بنیاد پر ہے۔ اس کو عیسائیوں کا وہابی فرقہ کہا جاسکتا ہے۔ ان دونوں فرقوں نے اپنے اپنے مسلک کی بنیاد پر سخت اختلاف کیا اور اب بھی ہے۔ مگر آخر کار ان دونوں نے اپنے اپنے اختلاف برقرار رکھتے ہوئے اپنی راہیں متعین کر لیں۔ مثلاً انہوں نے طے کر لیا کہ حکومت کا مذہب عیسائیت ہوگا اور برطانیہ کا بادشاہ ہمیشہ پروٹیسٹ فرقے سے ہوگا، اس میں پاپائیت کا کوئی دخل نہیں ہوگا۔ او جو بھی بادشاہ ہوگا وہ چرچ آف انگلینڈ کا سربراہ ہوگا۔ حکومتی معاملات الیکشن کے ذریعہ

چلائے جائیں گے، جس بھی فرقہ سے کوئی وزیر اعظم بنے گا اس کو قبول کرلیا جائے گا۔اس کے ساتھ ساتھ رومن کیتھولک کی پاپائیت بھی چلتی رہے گی۔ چنانچہ برطانیہ میں اب ان دونوں فرقوں میں لڑائی نہیں رہی۔

ہمارے ہاں مسلمانوں میں بھی ہمیشہ سے مسلک کے نفاذ کی جنگ رہی ہے۔اس جنگ میں بنیادی حیثیت حرمین شریفین پر اجارہ داری کی ہے، کیونکہ مسلمانوں کی مرکزیت واجتماعیت حرمین شریفین کے بغیر نامکمل ہے۔اس لئے جو بھی طاقت میں آیا اس نے حرمین پر اپنی اجارہ داری قائم کی۔اور اس جنگ میں آجکل بہت تیزی آچکی ہے۔آجکل یمن اس کا اندھن بننے جارہا ہے۔اس سے پہلے کہ مسلکی جنگ پر بات کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یمن کی تاریخی حیثیت کو ایک نظر دیکھ لیا جائے۔

یمن جس کی مثال ایسی منقش اور دیدہ زیب ہوتی تھی شاید اب بھی ایسی ہی ہو جو آنحضرت ﷺ کو بہت پسند تھی اور اس کا تحفہ حضور پاک ﷺ قبول کر لیتے تھے۔یمن عرب تہذیب وتمدن کا ایک نمائندہ ملک تھا۔اس کے مکان خالص عرب طرز تعمیر کے ہیں اور اس کی عربی زبان مستند ترین عربی تسلیم کی جاتی ہے۔دنیا کے عربی زبان کے چاہنے والے اس ملک میں کچھ عرصہ قیام کیا کرتے ہیں تاکہ اصلی عربی زبان سے لطف اندوز ہوسکیں اور اپنی زبان درست کرسکیں۔یمن کا ملک عرب زبان تاریخ اور کلچر کا ایک نمائندہ ملک ہے۔یہاں کے لوگوں کی پوشاک عام عربوں سے علیحدہ ہے، عام عربی جو عبا پہنتے ہیں اس سے مختلف یمنیوں کی عبا ہوتی ہے۔عام عربی سر پر رومال چادر کی طرح رکھتے ہیں اس کے دو کونے سر کے دونوں طرف لٹکے ہوتے ہیں اور اس کو برقرار رکھنے کے لئے سر پر رسّی نما دو دائروں والے خوبصورت عقال رکھتے ہیں۔اس میں بھی سیاہ رنگ کے عقال رکھنے کا زیادہ رواج ہے۔جبکہ یمن کے لوگ سر پر ایک مخصوص طریقہ سے رومال باندھتے ہیں، اس کے لئے کسی بھی عقال کی ضرورت نہیں ہوتی۔مسلمانوں کیلئے حضرت اویس قرنیؓ کا ملک ہونے کی وجہ سے یہ ملک ایک بابرکت ملک بھی ہے۔ یہ ملک ملکہ سبا کا ملک بھی کہلاتا ہے۔سرزمین یمن جو اب آگ اور خون کا مرکز بن چکی ہے ایک طویل تاریخ کی مالک ہے اور ہر لحاظ سے جزیہ نمائے عرب (سعودی عرب) کا ایک تہذیبی حصہ ہے۔

مکہ والوں سے یمنیوں کی لڑائی کی تاریخ پرانی ہے۔مکہ میں اللہ کا گھر ہے،ظہور اسلام سے

پہلے بھی جس کی زیارت کے لئے دور دراز سے لوگ آتے تھے۔ یہ بات یمنیوں کو گوارا نہ تھی۔ چنانچہ یمنیوں نے اپنے علاقے میں بیت اللہ کے نام سے ایک عمارت بنائی تا کہ لوگ مکہ کو چھوڑ کر اس طرف آئیں ،مگر ان کی یمن میں بنائی گئی وہ عمارت کام نہ آئی، چنانچہ غصہ میں ابرہہ نامی یمنی سردار نے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی کی تا کہ بیت اللہ کو گرادیا جائے اور پھر لوگوں کو یمن میں بنائے گئے گھر کی زیارت کی دعوت دی جائے۔ لیکن حملہ سے پہلے ہی اس کے ہاتھی ابابیلوں کی برسائی گئی کنکریوں سے ریزہ ریزہ ہوگئے اور یہ کہانی تاریخ کا مستند اور حیرت انگیز حصہ بن کر رہ گئی کہ ہاتھیوں جیسی بھاری بھرکم مخلوق کو چھوٹے چھوٹے پرندوں نے تباہ کر دیا۔

اس پہلے کہ ہم آگے بڑھیں ہم تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق سے کچھ پردہ اٹھا کر چند شواہد پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں تا کہ مسئلہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اکثر و بیشتر لوگوں کو علم ہی نہیں کہ حوثی کون ہیں اور یمن میں کیا کچھ ہوتا رہا ہے۔ یمن میں نہ صرف حوثی بلکہ القاعدہ اور داعش بھی کافی مضبوط ہو چکی ہیں۔ حوثیوں کے ماضی کے مطابق وہ اپنے آپ کو انصار اللہ اور زیدی بھی کہتے رہے ہیں۔ یہ اہل تشیع کا فرقہ 1962ء تک شمالی یمن میں ایک تہائی اکثریت رکھتا تھا۔ زیدی فرقے نے 740ء میں اس وقت کے سنی خلیفہ کا تختہ اُلٹ کر اقتدار سنبھال لیا تھا اور ایک ہزار سال تک حکومت کی۔ زیدیوں نے 1962ء تک کسی نہ کسی طریقے سے شمالی یمن میں حکومت قائم رکھی۔ یمن میں تیل کی دریافت 1980ء میں ہوئی اور 2001ء میں اس کی پیداوار 5 لاکھ 40 ہزار بیرل یومیہ تھی مگر 2014ء میں یہ صرف ایک لاکھ بیرل یومیہ رہ گئی۔ گزشتہ کئی برسوں سے یمن میں تیل کے نئے ذخائر کی دریافت پر توجہ نہیں دی گئی مگر اب یہ قیاس کیا جارہا ہے کہ 2017ء سے 2021ء تک بڑی مقدار میں تیل کے نئے ذخائر دریافت کر لیے جائیں گے۔ تحقیق کے مطابق 1990ء میں شمالی اور جنوبی یمن نے الحاق کا فیصلہ کیا مگر الحاق کے تھوڑے عرصے بعد ہی جنوبی یمن کے باشندوں نے محسوس کیا کہ ان کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی ہو رہی ہے اور 1994ء میں الحاق ختم کرنے کی ایک ناکام کوشش کی۔ یمن میں پانچ بااثر افراد کا وجود اور مفادات کی جنگ ہے جس میں شیخ صادق الاحمر، عبید ابومنصور الہادی، علی عبداللہ صالح، عبدالمالک الہوتی اور علی صالم البیدھ شامل ہیں جبکہ وہاں القاعدہ اور داعش کے 4 بڑے گروہ بھی متحرک ہیں۔

یمن میں زیدیوں نے اپنے آپ کو حوثی کہلوانا اپنے لیڈر بدرالدین ال حوثی سے نسبت کے بعد شروع کیا جس نے اپنی کاروائیاں 2004ء میں منظّم طریقے سے شروع کیں 2004ء کے آخر میں بدرالدین حوثی کے یمنی فوج کے ہاتھوں ہلاکت کے بعد اس کے دیگر پانچ بھائیوں نے جماعت کی کمان سنبھالی۔ 2011ء میں حوثیوں نے اس وقت کے صدر صالح کے خلاف احتجاج شروع کیا اور سعد اور امران کا کنٹرول اپنے ہاتھوں میں لینے میں کامیاب ہوگئے۔ حوثیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی ایران مدد کر رہا ہے جبکہ دوسری طرف سعودی عرب وہاں کی منتخب حکومت کی مدد کرتا رہا ہے کیونکہ یمن اور سعودی عرب کی سرحدیں ایک دوسرے کے ساتھ کافی طویل جڑی ہوئی ہیں۔ یمن کی اہمیت اس وقت اس لیے بہت ہے کہ باب المندا ب پر واقع ہے جو کہ ریڈسی (Red Sea) اور گلف آف عدن (Gulf Of Adan) کو ملاتا ہے اور اس راستے سے کافی بڑی مقدار میں تیل کی ترسیل دنیا بھر کو ہوتی ہے اور مصر اور سعودی عرب کو خطرہ ہے کہ اگر اس راہداری پر حوثیوں نے قبضہ کر لیا تو دونوں ممالک کو کافی مسائل ہو سکتے ہیں۔ اس وقت یمنی فوج بھی دو دھڑوں میں تقسیم ہوگئی ہے، ایک دھڑا سابق صدر ہادی کا حامی ہے جبکہ دوسرا حوثیوں اور ایک اور سابق صدر عبداللہ صالح کا حامی ہے۔ صدر ہادی کو جنوبی یمن کے سنی عوام اور چند مقامی قبیلوں کی حمایت حاصل ہے، دوسری طرف ایک بات مشترک ہے کہ القاعدہ حوثیوں اور ہادی کی سخت مخالف رہی ہے۔ امریکہ اور برطانیہ نے 2010ء میں 24 ممالک پر مشتمل ایک فورم تشکیل دیا جس نے یمن کی مدد کرنا تھا۔ امریکا گزشتہ کئی برسوں سے یمن میں براہِ راست بمباری اور زمینی کاروائیاں کر رہا ہے۔

امریکی صدر باراک اوباما نے جنوری 2013ء کو کانگریس کو خط لکھا کہ امریکی بحری جنگی جہاز جو کہ یمنی حکومت کی درخواست پر اس کی حدود میں تعینات تھا اس نے ایک بحری جہاز کو روکا اور جب تلاشی لی تو اس میں بھاری مقدار میں جنگی اسلحہ و بارود موجود تھا جو کہ مبینہ طور پر ایران کا تیار کردہ تھا۔ اسی طرح ایک اور امریکی اعلیٰ فوجی عہدیدار نے 2012ء میں دعویٰ کیا کہ ایرانی اسمگلرز جن کو ایرانی قدس فورس کی حمایت حاصل تھی اُنہوں نے کشتیوں کے ذریعے AK-47 رائفلیں اور راکٹ لانچرز فراہم کیے۔ کئی تجزیہ نگاروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ یمنی حوثیوں اور لبنان کی حزب اللہ میں کئی قدریں مشترک ہیں جس میں سب سے اہم یہ ہے کہ دونوں جماعتوں کو مبینہ طور پر ایران کی مدد حاصل ہے اور حوثیوں نے

صنعا اورحزب اللہ نے بیروت پر مئی 2008ء میں قبضہ کیا۔یمن میں جو اہم واقعات جس تواتر میں پیش آئے ان کی تفصیلات کچھ یوں ہیں:

2004ء میں حوثیوں نے اپنی جارحانہ کاروائیوں میں تیزی پیدا کی اور جون سے اگست تک سینکڑوں لوگ ہلاک کیے۔ستمبر 2004ء میں حوثی رہنما حسین الحوثی کو فوج نے ہلاک کردیا۔ مارچ اوراپریل 2005ء میں فوج اور حوثیوں میں لڑائی کے دوران 200 افراد ہلاک ہوگئے۔مارچ 2006ء میں یمنی حکومت نے حسین الحوثی کے 600 گرفتار حامیوں کو رہا کردیا۔ستمبر 2006ء میں صدر صالح دوسری بار منتخب ہوئے۔جنوری سے مارچ 2007ء میں سیکیورٹی حکام اورحوثیوں کے درمیان جھڑپوں میں سینکڑوں افراد ہلاک ہوئے۔جون 2007ء میں عبدالمالک الحوثی نے سیز فائر پر اتفاق کرلیا۔جنوری 2008ء میں حوثیوں اور سیکورٹی فورسز میں دوبارہ جھڑپیں شروع ہوگئیں۔اگست 2009ء میں یمنی فوج نے شمالی صدا کے علاقے میں حوثیوں کے خلاف بھرپور کاروائی کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں ہزاروں شہریوں کا انخلاء شروع ہوگیا۔اکتوبر 2009ء میں سعودی فوج اور شمالی باغیوں کے درمیان جھڑپیں ہوئیں۔نومبر میں سعودی عرب نے دعویٰ کیا کہ اس کی فوج نے شمالی باغیوں کے زیرکنٹرول علاقے کا دوبارہ سے قبضہ کرلیا ہے۔

مارچ 2011ء میں صنعا میں اصلاحات لانے کا مطالبہ کرنے والے مظاہرین پر پولیس کی فائرنگ سے 50 افراد ہلاک۔اسی ماہ صدر صالح نے خانہ جنگی کے خطرے کے پیش نظر ایمرجنسی کا نفاذ کردیا۔مئی 2011ء میں قبائل اورفوج میں جھڑپوں میں تیزی آئی اور درجنوں افراد ہلاک ہوئے جبکہ ائیرپورٹ بند کردیا گیا اور ہزاروں لوگ صنعا سے نقل مکانی کرگئے۔جون 2011ء میں صدر صالح راکٹ حملے میں زخمی ہوگئے اورعلاج کیلئے سعودی عرب منتقل کیے گئے اور تین ماہ بعد واپس یمن آئے۔ نومبر میں صدر صالح نے اقتدار اپنے نائب عبدالرب ہادی منصور کو سونپتے ہوئے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا وزیراعظم حزب اختلاف سے نامزد کیا اور پھر وہ یمن چھوڑ گئے فروری 2012ء کو ہادی نے بغیر الیکشن کے صدارت کا عہدہ سنبھال لیا۔

ستمبر 2012ء میں وزیرِ دفاع محمد ناصر احمد صنعا میں ایک بم دھماکے میں بچ گئے مگر 11 افراد ہوک ہوگئے۔نومبر میں سعودی سفارت کار اور ایک باڈی گارڈ صنعا میں فائرنگ سے ہلاک۔فائرنگ

کرنے والے پولیس کی وردیوں میں ملبوس تھے۔ اپریل 2013ء کو سابق صدر احمد علی صالح کے بیٹے کو ری پبلکن پارٹی کی سربراہی سے ہٹا دیا گیا۔ فروری 2014ء میں حوثیوں نے امران صوبے میں قبائل کے خلاف حملے شروع کر دیئے اور جولائی میں صوبے پر مکمل قبضہ حاصل کر لیا اور فوجیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ اگست 2014ء میں صدر ہادی نے اپنی کابینہ برطرف کر دی اور پیٹرول کی قیمتوں سبسڈی ختم کرنے کا فیصلہ واپس لے لیا۔ حوثیوں نے دارالحکومت کا گھیراؤ کیا۔ ستمبر 2014ء میں حوثیوں نے دارالحکومت صنعا کا کنٹرول سنبھال لیا۔ بعد میں اس بات پر تیار ہو گئے کہ وہ اپنے زیر کنٹرول علاقوں سے قبضہ ختم کر دیں گے اگر ایک متحدہ حکومت تشکیل دی جائے۔ 2 رنومبر 2014ء کو اپوزیشن پارٹی لیڈر محمد عبدالمالک متوکل جو کہ حوثیوں اور حکومت کے درمیان مذاکرات میں اہم کردار ادا کر رہے تھے ان کو قتل کر دیا گیا۔ 7 رنومبر کو نئی حکومت کی تشکیل کا اعلان کیا گیا جبکہ اسی دن قوام متحدہ نے یمن پر کچھ پابندیاں عائد کر دیں مزید اسی دن امریکی سفیر میتھیو ٹولر کو بم دھماکوں سے ہلاک کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ جنوری 2015ء میں حوثیوں نے نئے آئین کو ماننے سے انکار کیا اور سرکاری ٹی وی پر قبضہ کر لیا جس کے بعد صدر ہادی مستعفی ہو گئے مگر بعد میں اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔ فروری 2105ء میں حوثیوں نے کہا کہ وہ اختیارات اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں اور پانچ رکنی کمیٹی صدر ہادی کی جگہ لے گی جس کے بعد صدر ہادی کو ان کے گھر میں قید کر دیا گیا۔ جہاں سے وہ کچھ عرصے بعد فرار ہو کر عدن پہنچ گئے۔ حوثیوں نے جنوبی یمن کی طرف پیش قدمی شروع کی جس کے بعد صدر ہادی عدن سے بھی نکل گئے۔ اسی ماہ سعودی فضائی فوج نے حوثیوں کے ٹھکانوں پر بمباری شروع کر دی جس میں درجنوں لوگ مارے جا چکے ہیں، اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

بشار الاسد علوی ہے جس کے عقائد کی بنیاد پر تمام اثنا عشری شیعہ انہیں اپنے سے الگ تصور کرتے ہیں لیکن سیاسی اور علاقائی صورت حال میں اثنا عشری شیعہ خصوصاً مملکت ایران کی طرف سے اس کا ساتھ دینا عرب علاقوں میں اپنا اثر ونفوذ اور اختیار بڑھانے کیلئے ہے۔

اسی طرح زیدیہ فرقے کے حوثی حضرت زید بن علیؒ کے ماننے والے ہیں جن کے عقائد وہاں کے سنی عوام سے بہت ملتے ہیں۔ زیدی اگرچہ شیعہ کہلاتے ہیں مگر ان کا مسلک عام مروجہ شیعہ گروہ جیسا نہیں ہے۔ زیدیوں کے دلوں میں تمام اصحابِ رسول ﷺ کی عظمت ہے، مگر وہ حضرت علی کرم

اللہ وجہہ کو فضیلت دیتے ہیں، ہمارے برصغیر میں ایسے لوگوں کو ''تفضیلی'' شیعہ کہا جاتا ہے۔ان کے عقائد اثنا عشری شیعہ والے نہیں ہیں، جو کہ ایران پر حکمران ہیں۔ بلکہ حضرت زید بن علیؒ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں اپنی یہ رائے دی تھی کہ میں نے اپنے گھرانے میں ان کے بارے میں ہمیشہ اچھی بات ہی سنی۔

آلِ سعود سے زیدیوں کا پرانا اختلاف چلا آرہا ہے۔ جب ترکی کی خلافتِ عثمانیہ انگریزی سازش کے تحت دم توڑ رہی تھی تو اس وقت حرمین شریفین پر قبضہ کے لئے مختلف مسالک کے گروہ حملہ آور تھے۔ان میں زیدیوں کا بھی شور وغُل تھا۔ ۱۹۲۴ء میں جب حرمین شریفین پر آل سعود کا کنٹرول ہو گیا ''چونکہ یہ لوگ حنبلی مسلک کے کہلاتے تھے'' تو ان کے عمّال نے وہاں پر مسلکی بنیاد پر مسلمانوں کی پرانی یادگاریں، قبّے، قبریں، مزارات گرانے شروع کردیئے۔اس پر پورے عالم اسلام میں بڑا شدید رَدّ عمل ہوا۔ خصوصاً ہندوستان میں بھرپور احتجاج ہوا، جلسے جلوس منعقد ہونے لگے۔ مولانا محمد علی جوہر اور ان کے ساتھی اس میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں ہندوستان سے جید علماء کا ایک وفد مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی قیادت میں حجاز مقدس گیا۔اس میں بانیٔ احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ بھی شامل تھے۔ واپسی پر وفد کے ترجمان کے طور پر رئیس الاحرارؒ نے حجاز کے حالات پر ایک اخباری بیان دیا، جو کہ کچھ مبہم تھا۔اس پر ڈاکٹر، علامہ، سر، محمد اقبال مرحوم نے رئیس الاحرارؒ کو حالات کی وضاحت کے لئے ایک خط لکھا۔ جس میں تین سوال تھے۔

(۱) سنا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے قبہ مبارک کو بھی گرانے کا کوئی منصوبہ ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ (۲) کیا وہاں جمہوری نظام قائم ہوسکتا ہے؟

(۳) کیا وہاں کسی نئے انقلاب کا خطرہ ہے؟

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے ان سوالوں کا رئیس الاحرارؒ نے مفصل جواب دیا، مگر ہم یہاں پر مختصراً نقل کرتے ہیں:

(۱) سب سے اہم سوال جو لوگ مجھ سے کرتے ہیں اور آپ نے بھی کیا ہے وہ یہ کہ نجدی آنحضرت ﷺ کے قبہ مبارک کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ تو اس کے متعلق

صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ نجدی حضرت عائشہؓ کا وہ حجرہ کبھی نہیں گرائیں گے جس میں آنحضرت ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ کیونکہ وہ خود اس کی عزت کرتے ہیں۔ ہمارے وفد کی جب ابن سعود سے ملاقات ہوئی تھی تو میں نے اس میں یہ سوال اُٹھایا تھا۔ جس پر ابن سعود نے کہا تھا کہ ہم اس کے متعلق ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہندوستان کے اہل حدیثوں نے ان کو یہ مشورہ دیا تھا کہ حضرت عائشہؓ کا حجرہ نہ گرایا جائے البتہ قبہ مبارک کو گرا دیا جائے۔ مجھے نہیں لگتا کہ ابن سعود اور اس کی قوم ہندوستان کے اہل حدیثوں کے اس مشورے کو قبول کر کے اس قسم کی عظیم الشان غلطی کا ارتکاب کرے۔

(۲) آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا عرب میں جمہوریت قائم ہوسکتی ہے؟ جناب کا یہ تخیل تو بہت خوبصورت ہے مگر حجاز میں موجودہ حالت میں جمہوریت کے مفہوم کا صحیح تصور بھی ممکن نہیں، شاید آج سے پچاس سال بعد اور وہ بھی مکمل اصلاح کے بعد کوئی جمہوریت قائم کر سکے۔ مگر میں یورپ کی ساختہ پرداختہ جمہوریت کو عرب کے لئے پسند نہیں کرتا۔

(۳) آپ نے مجھ سے حجاز میں کسی انقلاب کے متعلق سوال کیا ہے، نیز اِدھر ہندوستان میں کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابن سعود کو عرب سے نکال دیا جائے، مگر یہ کوئی مجھے یہ نہیں بتلاتا کہ اس کے بعد کس مسلمان حکمران کو وہاں لایا جائے گا۔ کچھ لوگ امام یحییٰ یمنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جبکہ امام یحییٰ یمنی زیدی شیعہ ہے، شیعہ مسلک کو وہاں کے لوگ کسی طور پر قبول نہیں کریں گے، اس سے مزید خانہ جنگی کا خطرہ ہے۔

(مکاتیب رئیس الاحرارؒ)

دیکھ لیجئے جو قضیہ آج عروج پر ہے اس کی طرف رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے ۱۹۲۶ء میں ہی اشارہ کر دیا تھا۔

اصل میں آل سعود نے حجاز پر حکومت قائم کرنے کے لئے ۱۹۱۵ء میں انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا، اس کی توثیق ۱۹۲۰ء میں کی گئی۔ اور یہ معاہدہ ہندوستان میں شملہ کے مقام پر ہوا تھا۔ اس کام کے لئے حجاز سے باقاعدہ ایک وفد آیا تھا۔ اس معاہدے کو ہمارے ملک کے مشہور کالم

نگار جناب عطاء الحق قاسمی صاحب کے والد حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی مرحوم نے کسی زمانے میں ''نجدی تحریک پر ایک نظر'' کے عنوان سے ایک پمفلٹ کی شکل میں امرتسر سے شائع کیا تھا۔ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے، وہ قارئین کی نذر ہے:

(دفعہ اوّل) حکومت برطانیہ اعتراف کرتی ہے کہ اور اس کو اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے کہ علاقہ جات نجد و احساء، قطیف، حبیل، اور خلیج فارس کے ملحقہ مقامات کی ''جنگی حد بندی بعد کو ہوگی'' یہ سلطان ابن سعود کے علاقہ جات ہیں، اور برطانیہ اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ ان مقامات کا مستقل حاکم سلطان مذکور اور اس کے اجداد ہیں۔ ان کو ان ممالک اور قبائل پر خود مختار حکومت حاصل ہے، اور اس کے بعد ان کے لڑکے ان کے صحیح وارث ہونگے۔ لیکن ان ورثاء میں سے کسی ایک کی سلطنت کے انتخاب و تقرر کے لئے یہ شرط ہوگی کہ وہ شخص برطانیہ کا مخالف نہ ہو، اور شرائط مندرجہ معاہدہ ہٰذا کے بھی خلاف نہ ہو۔

(دفعہ دوم) اگر کوئی اجنبی طاقت سلطان ابن سعود اور اس کے ورثاء کے ممالک پر حکومت برطانیہ سے مشورہ کئے بغیر یا اس کو ابن سعود کے مشورہ کے ساتھ کرنے کی فرصت دیئے بغیر حملہ آور ہوئی تو حکومت برطانیہ ابن سعود سے مشورہ کر کے حملہ آور حکومت کے خلاف ابن سعود کو امداد دے گی، اور اپنے حالات کو ملحوظ رکھ کر ایسی تدابیر اختیار کرے گی جن سے ابن سعود کے اغراض و مقاصد اور اس کے ممالک کی بہبود محفوظ رہ سکے۔

(دفعہ سوم) ابن سعود اس معاہدہ پر راضی ہے اور وعدہ کرتا ہے:

(۱):۔ وہ کسی غیر قوم یا کسی غیر سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معاہدہ کرنے سے پرہیز کرے گا۔

(۲):۔ ممالک مذکورہ بالا کے متعلق اگر کوئی سلطنت دخل دے گی تو ابن سعود فوراً حکومت برطانیہ کو اس امر کی اطلاع دے گا۔

(دفعہ چہارم) ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ اس عہد سے پھرے گا نہیں، اور وہ ممالک مذکورہ یا اس کے کسی دوسرے حصہ کو حکومت برطانیہ سے مشورہ کئے بغیر بیچنے، رہن رکھنے

،مستاجری یا کسی قسم کے تصرّف کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔اس کو اس امر کا اختیار نہ ہوگا کہ کسی حکومت یا کسی حکومت کی رعایا کو برطانیہ کی مرضی کے خلاف ممالک مذکور بالا میں کوئی رعایت یا لائسنس دے گا۔ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے ارشاد کی تعمیل کرے گا اور اس میں اس امر کی قید نہیں ہے کہ وہ ارشاد اس کے مفاد کے خلاف ہو یا موافق۔

(دفعہ پنجم)ابن سعود عہد کرتا ہے کہ مقامات مقدسہ کے لئے جو راستے اس کی سلطنت سے ہوکر گذرتے ہیں وہ باقی رہیں گے،اور ابن سعود حجاج کی آمدرفت کے زمانے میں ان کی حفاظت کرے گا۔

(دفعہ ششم)ابن سعود اپنے پیش روٴ سلاطینِ نجد کی طرح عہد کرتا ہے کہ وہ علاقہ جات کویت،،بحرین(علاقہ جات روٴساءوشیوخ عرب) عمان کے ان ساحلی علاقہ جات اور دیگر ملحقہ مقامات کے متعلق جو برطانوی حمایت میں ہیں،کسی قسم کی مداخلت نہیں کریگا۔ان ریاستون کی حد بندی بعد کو ہوگی،جو برطانیہ سے معاہدہ کرچکی ہیں۔

(دفعہ ہفتم)اس کے علاوہ حکومت برطانیہ اور ابن سعود اس امر پر راضی ہیں کہ طرفین کے بقیہ باہمی معاملات کے لئے ایک اور مفصل عہد نامہ مرتب ومنظور کیا جائے گا۔

موٴرخہ ۱۸/صفر ۱۳۳۴ھ......۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء۔

(مہرودستخط،عبدالعزیز السعود)

دستخط بی،ریڈ،کاکس۔وکیل معاہدہ ہٰذا ونمائندہ برطانیہ خلیج فارس

دستخط چمسیفورڈ،نائب ملک معظم و،وائسرائے ہند

یہ معاہدہ وائسرائے ہند کی طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا بمقام شملہ ۱۸/مئی ۱۹۱۶ء کو تصدیق ہو چکا ہے۔

دستخط۔اے،ایچ،گرانٹ۔سیکرٹری حکومت ہند شعبہ خارجیہ وسیاسیات۔

یہ معاہدہ جو کہ ۱۹۱۵ء میں ہوا، اس کی توثیق ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔

(نجدی تحریک پر ایک نظر، صفحہ ۱۳ تا ۱۵)

کہتے ہیں کہ دنیا میں ستارے حکومت کرتے ہیں۔ دنیا کے اکثر ممالک نے اپنے اپنے پرچموں پر ستارے بنائے ہوئے ہیں۔ ہمارے ملک کے پرچم پر ستارے کے ساتھ چاند بھی لگایا ہوا ہے۔ امریکہ نے اپنے پرچم پر اپنے ملک کے صوبوں کی گنتی کے اعتبار سے ستارے لگائے ہوئے ہیں۔ دنیا کہ تمام ممالک کے ستاروں کے پانچ ہی کونے ہوتے ہیں۔ مگر اسرائیل اور سعودی عرب کے ستاروں کے کونے زیادہ ہیں۔ اسرائیل کے ستارے کے چھ کونے ہیں، اس کی وجہ نہیں معلوم۔ سعودی عرب کے ستارے کے آٹھ کونے ہیں۔ شاید اس لئے کہ برطانیہ کے جھنڈے پر آٹھ لکیریں ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو۔

لگتا ہے کہ حرمین پر قبضہ کے لئے اب پھر دوبارہ کوئی نیا معاہدہ ہونے جا رہا ہے، لیکن اس بار کوئی سنی نہیں بلکہ شیعہ مسلک کے اُبھارا جا رہا ہے، اس میں ایران سر فہرست ہے۔ اس میں ایران کا معاہدہ انگریز سے نہیں بلکہ ایرانیوں ہی کے بقول بزرگ شیطان سے ہو رہا ہے۔ مگر ڈھال کے طور پر یمن کے زیدی شیعہ کو آگے کیا جا رہا ہے۔

یمن کی ''کہانی'' بظاہر سادہ دکھائی دیتی ہے لیکن ہے نہیں۔ حوثی باغی جو کہ زیدی شیعہ ہیں نے سعودیوں کے بقول ایرانیوں کی مدد سے دارالحکومت صنعا پر قبضہ کر لیا ہے۔ سعودی اپنی سرحد کے ساتھ ایرانیوں کی کوئی بھی پراکسی سٹیٹ قائم ہونے کی اجازت نہیں دیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ 2003ء میں عراق میں امریکی حملے کے نتیجے میں امریکہ اور ایران کی ملی بھگت کے ساتھ ان کی شمالی سرحد (عراق) پر ایک ایرانی پراکسی (شیعہ) سٹیٹ پہلے ہی قائم ہو چکی ہے۔ حقیقی ''کہانی'' زیادہ اہم ہے۔ شاید نصف سعودی فوج کی اصل یمنی قبائل ہیں۔ سعودی فوجی اپنے خاندانوں کے توسط سے یمن کے معاملات میں دخیل ہیں۔ اس اعتبار سے یمنی ایرانی حمایت یافتہ انقلاب، سعودی حکمرانوں کی اساس پر کاری ضرب کے مترادف ہے۔

سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب

مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ قدس سرہٗ

بروز جمعرات ۱۷ر رمضان ۶۵ھ ۱۵ر اگست ۴۶ء گلزار رحیمی

کل مغرب سے ذرا پہلے حسب معمول حضرتؒ کی خدمت میں چبوترہ پر بچھی ہوئی چار پائی پر سلام کر کے حضرت کے ساتھ شریک افطاری ہونے کیلئے جا بیٹھا تو حضرت والاؒ مسکرائے۔ احقر (مولانا حبیب الرحمٰن نومسلم) نے حضرت والاؒ کے منہ کی کیفیت دریافت کی تو فرمایا آج قدرے آرام ہے اگر چہ تھوک کر فرمایا کہ تھوک میں خون نہیں آ رہا مگر کل آ رہا تھا۔ جب خون آجاتا ہے تو منہ کو آرام آجاتا ہے اور جب خون کچھ رکا رہتا ہے تو منہ آجاتا ہے آج آرام ہے۔

پھر رات کی مجلس میں حضرت والاؒ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے دو آدمیوں کو مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے ایک خاص راستے سے جانے کیلئے منع فرمایا دیا تھا مگر انہوں نے نہیں مانا۔ تو ایک کے متعلق ہم کو معلوم ہے کہ اس کا اونٹ لُوٹا گیا اور اونٹ سے گر کر اس کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی۔ دوسرے کے متعلق کچھ علم نہیں ہوا کہ اس پر کیا گزری۔

فرمایا: کہ یہ کشف نہیں تھا بلکہ بعض اوقات اللہ کے بندوں کے دل پر کچھ ایسی بات گزر جاتی ہے یہ کچھ ملکہ کی قسم کی چیز ہے جیسے کہ مجتہد کہ اس کی مہارت تامہ کی وجہ سے بعض امور کی طرف رجحان ہوتا ہے۔ وہ کشف نہیں مصیب (ٹھیک) ہوتا ہے تو دو ثواب پاتا ہے اور خطا کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے، اس پر مولوی حبیب اللہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے کہ باہمی اختلاف ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ طبائع اور مناسبت کا اختلاف بھی ہوتا ہے اور اجتہادی اصولوں کا بھی۔ چنانچہ ایک بار مولوی احمد حسن صاحبؒ جو آج کل بھوپال کے مفتی ہیں۔ جب حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حدیث پڑھنے گئے، تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ جب تک آپ مجھ سے نور الانوار نہ پڑھ لیں میں حدیث نہیں پڑھاؤں گا۔ کیونکہ ہر جگہ کی دماغ سوزی کے بجائے اصول میں جب بات طے ہو جائے تو پھر ہر مقام کو اس کے مطابق حل کر لینا آسان ہوتا ہے۔ ان مولوی صاحب کا رجحان بدعات کی طرف

تھا مگر حضرت کو ان کی رعایت منظور تھی اس لیے پڑھانے سے انکار نہیں فرمایا، ہاں اصول حدیث کی کتاب نور الانوار پڑھنے کی شرط لگا دی۔

جس طرح مجتہدین کا سلسلہ ہوتا ہے اس طرح اولیاء اللہ میں بھی اس فن کے مجتہد ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ تصوف میں بھی مجتہد گزرے ہیں۔ کسی کے سوال کے جواب میں حضرت والاؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہمارے علماء کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے یہ قاعدہ بیان کر دیا کہ کسی کا کشف دوسرے کیلئے حجت نہیں، ورنہ بڑی مشکل پیش آتی۔ یہ بھی فرمایا کہ اولیاء اللہ اتنے ہوئے ہیں کہ میں تو اسے اسلام کی صداقت کی دلیل کے طور پر بیان کیا کرتا ہوں۔ کسی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اولیاء اللہ کو غیب کی باتوں کا علم ہو جاتا ہے یا نہیں اور جو ہونا مانتے ہیں ان کو کافر سمجھنا چاہیے یا کیا؟۔ فرمایا: کافر تو نہیں کہنا چاہیے کیونکہ کافر تو وہی ہے جو کسی دوسرے کا علم خدا تعالیٰ کے برابر مانے اور اس طرح خدا کا شریک ٹھہرائے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ بریلوی حضرات حضور ﷺ کو برابر تو قرار نہیں دیتے۔ دوسرے صاحب نے عرض کیا کہ ان میں فرقے ہیں۔ بعض برابر نہیں مانتے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جن دنوں رسالہ لکھا تھا تو میں بھی بریلی میں تھا۔ تمام دن اسی کے رد و ثبوت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

صاحب تبریز تو خم ٹھونک کر کہتے ہیں کہ جب مجھ کو ہر چیز کا علم ہو سکتا ہے تو حضور ﷺ کو تو کیا کچھ نہ ہوگا۔ اس پر بعض حضرات نے تبریز کی عبارتوں پر کچھ گفتگو کی اس میں ایسا ہے یا نہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے خود اپنے سے قیامت ہونے کے علم کی نفی فرمائی ہے۔ البتہ علامات قیامت کا ذکر فرمایا ہے۔ مہمان حضرات اور بعض مقامی حضرات بھی آپس میں اس قسم کی بحث مباحث میں لگ گئے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے قیامت کے جس علم کی نفی فرمائی ہے وہ شاید تفصیلی علم ہے اور یہ کہ کب کس دن کس وقت قائم ہو اس کا علم نہ ہوگا ورنہ علامات قیامت میں پیش آنے والے واقعات کا تو حضور ﷺ نے بیان فرمایا ہی ہے، تو عرض یہ ہے کہ کلی علم اور خدا تعالیٰ کے برابر علم اور بغیر عطا الٰہی خود بخود علم ہونا یہ خدا کے سوا اور میں نہیں اور جو یہ مانے وہ مشرک کافر ہے۔ اس کے سوا ایسے

باہمی مسائل کے اختلاف میں کافر کہنا میرے نزدیک درست نہیں ہے۔ مجھے بھی یاد آ گیا کہ مولانا مولوی محمد علی شاہ صاحب مرحوم نرہڑی سے میری جو زبانی اور تحریری گفتگوئیں اس میں آئیں وہ خدا کا علم قدیم اور حضور ﷺ کا حادث اور خدا کا ذاتی اور حضور ﷺ کا عطیہ خداوندی مانتے ہیں۔

جناب عزیز الرحمٰن لدھیانوی صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت یہ صوفیوں کا سلسلہ اسلام کے شروع میں تو معلوم نہیں ہوتا۔ کب سے شروع ہوا ہے۔ اور یہ بیعت لینے کا رواج کب سے ہے؟۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ عزیز الرحمٰن صاحب تم لکھے نہ پڑھے نہ کچھ معلوم اور ہر بات میں دخل، تم تو لیڈر محض ہو اگر غور سے سنو تو کچھ کہوں۔ سنو! جب تک خلافت میں یہ بات رہی کہ وہ صفتِ احسان سے متصف رہے اس وقت تک بیعت نہیں تھی۔ مگر خلافت کی البتہ صحبت تھی۔ انبیاء علیہم السلام کا آنا بھی اس لیے تھا کہ صحبت کے بغیر اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی۔ نبی صرف لڑنے بھڑنے کیلئے نہیں آیا کرتے، وہ لوگوں کی اخلاقی تربیت اور وحانی ترقی کیلئے آتے ہیں۔ تبلیغ کرتے ہیں مگر یہ سب کام کمال کو آسانی سے تبھی پہنچ سکتے ہیں کہ امن ہو اور موانع رفع کیے جائیں۔ اس لیے سلطنت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ خواجہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت سلطنت کی اگر اول نہیں تو ثانوی حیثیت ثابت ہے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا جیسا موقع ہو، مگر ہے انسانی فلاح کیلئے۔ چنانچہ ایک آیت شریفہ پڑھی کہ نماز زکوٰۃ وغیرہ کو ہی انسانی فلاح کا موجب قرار دیا ہے۔ عرب کی سرحدوں کی حفاظت شروع میں مطلوب تھی اور تبلیغ بھی جس کی وجہ سے روم وایران سے ٹکر ہوئی اور ہوا جو کچھ ہوا۔ اور سفیر اسلام جب کہیں جاتے تھے تو یہی کہتے کہ تم مسلمان ہو جاؤ پھر ہم تمہارا ملک تمہارے قبضہ میں ہی چھوڑ کر چلے جائیں گے ہمیں ملک گیری سے سروکار نہیں ہے۔

حضور ﷺ کے بعد ہر فن کو جس کی طبیعت اس کے مناسب تھی۔ اس نے لیا جب خلافت باطنی کیفیات کی جامع نہ رہی اور خلفاء محض سلطنت میں ہی الجھ کر رہ گئے تو اسی طرح محدثین پیدا ہوئے کہ حدیث کو سنبھالیں۔ قاری ہوئے کہ قرآن پاک کو اپنے اساتذہ کے عربی لحن میں پڑھنے کی حفاظت کریں۔ اسی طرح جو لوگ مسلمانوں کو صحبتوں کے ذریعہ صفت احسان حاصل کرنے میں مناسب کار آمد اور موزوں تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ خدمت ڈالی۔ چنانچہ بعض صوفی مجتہدین تبع تابعین تو ضرور ہوئے ہیں۔ (مجالس حضرت رائپوریؒ، جامع مولانا حبیب الرحمٰن نومسلم)

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی — قسط 53

جملۂ معترضہ

تقریباً گزشتہ چار سال سے ''تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں'' کے عنوان سے ''ماہنامہ ملیہ'' میں قسط وار تاریخ لکھی جارہی ہے۔ اس میں تاریخ کے وہ خفیہ گوشے بھی اُجاگر کئے جارہے ہیں جو کہ مؤرخین کی نگاہوں سے اوجھل رہے یا پھر نام نہاد مؤرخین نے بددیانتی کرتے ہوئے انہیں چھپادیا۔ اور عام لوگ ان حقائق تک پہنچنے سے قاصر رہے۔ اب جبکہ انہی خفیہ گوشوں کو طشت ازبام کیا جارہا ہے تو لوگ حیرت میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اس کا جواب مجھے ای میلوں، خطوط، اور ٹیکس میسج اور ذاتی ملاقوں میں ملا۔ اکثر لوگوں نے تو خوشگوار حیرت کا اظہار کیا اور اس پر شکریہ ادا کیا کہ ہمیں تاریخ کے ان گوشوں کو جاننے کا موقع ملا جو کہ ابھی تک چھپے ہوئے تھے یا چھپائے گئے تھے۔ کچھ نے تلخی اور تلملاہٹ کا اظہار کیا، کسی نے اخبار میں تو کسی نے کسی رسالے میں تحقیق کے جوہر دکھائے۔ خصوصاً ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال مرحوم کے متعلق حقائق کو یکسر مسترد کر کے اپنی علمی موشگافیاں چھوڑیں۔ میں ان باتوں کو تقریباً ایک سال سے سن رہا ہوں، دیکھ رہا ہوں اور پڑھ رہا ہوں۔ اب جا کر جبکہ اس قسم کے ہجوم کا شوروغُل کم ہوا تو ارادہ کیا ہے کہ ان تمام سوالات واعتراضات پر کچھ عرض کردوں۔

سب سے زیادہ اعتراضات ڈاکٹر اقبال مرحوم کے متعلق ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہا جارہا ہے کہ وہ عاشق نبی تھے، وہ قادیانیوں کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے، انہوں نے اس معاملہ میں کبھی ڈھیل نہیں دکھائی۔ بلکہ وہ بچپن سے لے کر آخری عمر تک قادیانیوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔ ان کو قادیانی مسئلہ سمجھنے میں کسی مولوی کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اور پھر اس کے مقابلے میں طعنے کے طور پر اہل علم کی ان علمی مباحث کو آڑ بنایا جاتا ہے جو مرزا قادیانی کی تکفیر کے مسئلہ میں ابتداء میں ہوئیں۔ ابتدا میں اگر کسی بزرگ عالم نے احتیاط کوشی کی بنا پر کفر کے فتوے کی مخالفت کی یا مرزا قادیانی کے متعلق اچھے

الفاظ کہہ دیئے تو طعنے کے طور پر پیش کرنے شروع کردیئے۔ یا پھر مرزا قادیانی کے خلاف متفقہ فتویٰ جاری ہونے سے پہلے اگر کسی بزرگ نے مرزا قادیانی سے ملاقات کی تو اس کو بھی وجہ تنقید بنا لیا گیا۔ حالانکہ اس میں طعنے والی کوئی بات نہ تھی۔ یہ تمام باتیں تو ہم اپنی تحریر میں ابتدائی طور پر ذکر کر چکے ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ ہمارے ہی ''ماہنامہ ملیہ'' میں شائع ہونے والی ان تحریرات کو ہمیں ہی طعنے دینے کے لئے منتخب کیا گیا۔ اگر ہم یہ تمام باتیں نہ لکھتے تو ان معترض حضرات کے فرشتوں کو بھی ان باتوں کا علم نہ ہوتا، ان لوگوں کی تنقید کے نشتر ہماری ہی تحریروں کی مرہون منت ہیں۔ ہم نے کسی کے متعلق کوئی بات تنقید کی بنیاد پر نہیں لکھی بلکہ تحقیق کو بنیاد بنایا۔ اسی طرح ہم نے ڈاکٹر اقبال کو بھی تنقید یا طعنے کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ ان کے متعلق بھی تحقیق ہی پیش کی تھی۔

اس قسم کا اعتراض کرنے والے یا تو اقبال فروش ہے جن کا دھندہ ہی ملاں دشمنی پر ہی چلتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ جن کے مسلک کے اکابر نے اقبال مرحوم پر کفر کے فتوے لگائے، ان کا تذکرہ گزشتہ شماروں میں ہو چکا ہے۔ یہ لوگ اپنی اس تاریخی واردات کو چھپانے کے لئے اقبال مرحوم کی محبت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ باہر حال اب تک ہماری تحریر پر جو اعتراضات ہوئے ہیں ان کا جواب حاضر ہے۔

سب سے پہلے تو ڈاکٹر اقبال مرحوم کی عشق نبوی میں ڈوبی ہوئی شاعری اور ختم نبوت پر کہے گئے اشعار پیش کر کے اعتراض کیا جاتا ہے کہ ایسا شخص کس طرح کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوسکتا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت پر علامہ اقبال مرحوم کی عشقیہ شاعری

ہمارے ہاں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تاریخ نہیں پڑھائی جاتی بلکہ تعریف یا تحریف پڑھائی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اقبال مرحوم کی توقیر اور علماء کی تحقیر سکھائی جاتی ہے۔ اگر صحیح تاریخ پڑھا دی جائے تو ان اقبال فروشوں کے لئے کہیں پناہ نہیں۔ اقبال مرحوم نے عقیدۂ ختم نبوت پر اشعار تو کہہ دیئے مگر قادیانیت کے زہر کو نہ سمجھ سکے۔ اس کے متعلق ہم آگے لکھیں گے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اقبال مرحوم کے ان اشعار کو یہاں ذکر کر دیا جائے جن کو اکثر اوقات دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ان اشعار میں اقبال مرحوم نے عشق نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کو بھی ذکر کیا ہے۔

در دل ما مقام مصطفیٰ است　　آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

روح را جُز عشقِ اُو آرام نیست — عشق اُو روز کو را شام نیست
بہ مصطفیٰ برسان خویش را کہ دین ہمہ اوست — گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است
درجہاں ذکر و فکر انس و جان — تُو صلوۃِ صبح تُو بانگ اذان
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے — نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
نسخہ کونین را دیباچہ اوست — جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست
کافر ہندی ہوں مگر دیکھ مرا ذوق وشوق — دل میں صلوٰۃ و درود، لب پہ صلوٰہ و درود

....

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کُل جس نے — غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہ

....

اے کہ صد طور است پیداز نشانِ پائے تُو — خاک یثرب را تجلّی گاہِ عرفاں کردہ ای
اے کہ بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک — بزم را روشن زنور شمعِ عرفاں کردہ ای

....

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد — بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایام را — اُ رُسل را ختم و ما اقوام را
خدمتِ ساقی گری با ما گذاشت — داد ما را آخریں جامے کہ داشت
لا نبی بعدی ز احسان خدا است — پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰ است
قوم را سرمایہ قوت ازُو — حفظِ سرِ وحدت ملت ازُو
حق تعالیٰ نقشِ ہر دعویٰ شکست — تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل ز غیر اللہ مسلماں برکند — نعرۂ لا قوم بعدی می زند

....

غدار وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن — انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر
پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت — کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر

آوازۂ حق اُٹھتا ہے کب اور کدھر سے
"مسکین ولکم ماندہ دریں کشمکش اندر"

....

مجذوب فرنگی نے بہ انداز فرنگی
مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
اے وہ کہ تُو مہدی کے تخیل سے ہے بیزار
نو مید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو
ہو زندہ کفن پوش تو میت اسے سمجھیں
یا چاک کریں مردک ناداں کے کفن کو

....

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کار گر
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہو تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگذر

....

نہ میں عارف، نہ مجدد نہ محدث، نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پہ ضمیرِ فلکِ نیلی فام
وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

....

ہو بندۂ آزاد اگر صاحب الہام
ہے اس کی نگہ فکر وعمل کے لیے مہمیز
محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورت چنگیز

....

عصرِ من پیغمبرے ہم آفرید
آنکہ در قرآن بجز از خود ندید
تن پرست وجاہ مست کم نگہ
اندرونش بے نصیب از لا الہ
در حرم زاد و کلیسا را مرید
پردۂ ناموسِ ما را بر درید
دامنِ رو را گرفتن ابلہی است
سینہ او ازل دلِ روشن تہی است
الحذر! از گرمئی گفتار او
الحذر! از حرف پہلو دار او

شیخ او فرنگی را کرد مرید گرچہ گوید از مقام بایزید
گفت دین را رونق را کرد مرید گرچہ گوید از مقام بایزید
دولتِ اغیار رات رحمت شمرد رقصہا گرد کلیسا کرد و مرد

....

رفت ازو آن مستی و ذوق و سرور دین او اندر کتاب او بگور
صحبتش با عصرِ حاضر درگرفت حرف دین را از دو پیغمبر گرفت
آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد آں ز حج بیگانہ و ایں ز جہاد
روح چوں رفت از صلوٰۃ و از صیام فرد ناہموار و ملت بے نظام

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے واقعی یہ اشعار کہے تھے اس سے کس کو انکار ہے۔مگر مسلمانوں کا عقیدۂ ختم نبوت تو ایسا ہے جس کا اقرار تو غیر مسلم بھی اپنی شاعری میں کرتے ہیں۔

غیر مسلموں کی شاعری میں عقیدۂ ختم نبوت کا اظہار

ایوب فانی مرادآبادی مرحوم برصغیر کے ممتاز شاعر تھے، جو کہ فانی مرادآبادی کے نام سے مشہور تھے۔تقسیم ہند کے بعد مرادآباد سے ہجرت کر کے ہمارے ہی محلّہ میں آباد ہو گئے تھے۔ہمارے والد حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہو گیا تھا۔ہمارے والد صاحبؒ بھی ایک بڑے شاعر تھے اس نسبت سے بھی ان کا آنا جانا رہتا تھا۔وہ نماز اور جمعہ وغیرہ بھی ہماری ہی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ان کے بچے اور بچیاں ہمارے ہی مدرسہ میں قرآن پاک پڑھتے رہے ہیں۔فانی مرادآبادی مرحوم نے رسول اللہ ﷺ کی عقیدت میں برصغیر کے غیر مسلم شعراء کا کلام جمع کر کے شائع تھا، جس کا نام انہوں نے ’’ہندو شعرا کا نعتیہ کلام‘‘ رکھا تھا۔جس پر مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے مقدمہ لکھا تھا۔اس میں سے ہندو شعراء کے چند اشعار جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے بارے میں کہے ہیں یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

امر چند قیس جالندھری

وہ ابرِ فیض نعیم بھی ہے ، نسیمِ رحمت شمیم بھی ہے
شفیق بھی ہے خلیق بھی ہے ، رحیم بھی ہے کریم بھی ہے

خلیل کی وہ دعا کا ثمرہ ، کلیم نے اس کی دی بشارت
وہ خاتمِ نعمتِ نبوت ، ظہور لطفِ عظیم بھی ہے

جگن ناتھ کمال (کرتارپوری)

مبارک باد دینے کے لئے روح الامیں آئے
مبارک ہو کہ بزمِ دہر میں خلوت نشیں آئے
امینِ جنس وحدت آئے ختم المرسلیں آئے
محمد مصطفٰے ﷺ محبوبِ رَبُّ العالمیں آئے

رانا بھگوان داس بھگوانؔ

عرشِ حق کی طرف جب چلے مجتبیٰ
جلوہ آراء تھا ہر سمت نورِ خدا
لانبی بعدی ہے قولِ حق
درود اس کا ہے بھگوان صبح و مسا

جناب شادؔ، دولت آصفیہ حیدرآباد، دکن

سرِ دفترِ کون و مکاں ' شاہنشاہِ دنیا و دیں
احمد محمد مصطفٰےﷺ ، محبوب رب العالمیں
ختم الرسل ، ہادیٔ کل ، ہیں باعث ہر جزو و کل
سلطانِ دیں ، شمس الیقیں ، ہیں رحمۃ اللعالمیں

سردار گوبخش سنگھ مخمورؔ (جالندھر)

پھیلا اُفق پہ نور رسالت مآب ﷺ کا
ہیبت سے منہ اُترنے لگا آفتاب کا
ظلمت کدوں میں ہیں سحرِ نو کی تابشیں
یہ فیض ہے ولادت ختمی مآب ﷺ کا

مہاراجہ سر کشن پرشاد

کچھ نہیں اے ختمِ رُسُل شافعِ محشر
شاہی سے بھی برتر ہے ترے در کی گدائی

منشی پیارے لال رونقؔ

تجھے ختم الرّسل کہتے ہیں شاہ انبیاء تو ہے
جنابِ سرورِ عالم محمد مصطفےٰ ﷺ تو ہے

رانا بھگوان داس بھگوانؔ

کلام اللہ مدح است و محبوبِ خدا باشی
محمد مصطفےٰ ﷺ و منزل صلّ علیٰ باشی
امام المرسلیں ، ختم النبیّیں و جلوۂ یزداں
فروغِ دوجہاں شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ باشی

لالہ امرناتھ قیسؔ

فرق پہ تیرے جلوہ ریز افسریٔ ختمِ رُسل
قلب میں ہے موجزن بحرِ فضیلت عمل

چمن لال چمنؔ

وہ خاتمِ پیغمبراں وہ شاہ , وہ شاہِ شہاں
وہ غمگسارِ بیکراں روحِ روانِ عاشقاں

اودھے ناتھ، نشترؔ (لکھنؤ)

بنائے کن فکاں نورِ خدا کی بات کرتے ہیں
ادب کے ساتھ ختم الانبیاء کی بات کرتے ہیں

بابو شیام سُندر، باصرؔ کاشمیری

سارے جہاں میں تم نے پیغمبرِ معظم
پیغام آخری کو مشہور کردیا

چودھری دلورام، کوثریؔ

شہنشاہِ اعظم ، محمد ﷺ محمد ﷺ
رسولِ دو عالم ، محمد ﷺ محمد ﷺ
اگر چہ نبی آخری ہے وہ لیکن
ہے سب سے مقدم ، محمد ﷺ محمد ﷺ

گو ہندو شعرا کا یہ نعتیہ کلام اقبال مرحوم کے پائے کا نہیں، اس لئے کہ اقبال مرحوم کے کلام میں مسلمان ہونے کی وجہ سے عاشقی جھلک رہی ہے اور ہندوؤں کے کلام میں حقیقت کا اظہار ہے۔ وہ بھی مسلمانوں کے عقیدے کو سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے نزدیک جناب رسالت مآب ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میرا خیال تھا کہ کسی ہندو شاعر کی پوری نعت شائع کروں جسے پڑھ کر مسلمان پھڑک جاتا ہے، مگر یہاں یہ موضوع نہیں۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اگر چہ یہ اشعار بانگِ دُرا میں کہے تھے جو کہ اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ یاد رکھیں! صرف شاعری ہی کسی بات کے لئے حجت نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کو دیکھا جاتا ہے۔

کچھ لوگ اقبال مرحوم کے انہی اشعار اور کچھ نامکمل نثری تحریروں کے حوالہ جات کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ ’’علامہ اقبال عقیدہ ختم نبوت سے نہ صرف یہ کہ کماحقہ آگاہ تھے بلکہ آپ اس عقیدہ کے منکر کو خارج از اسلام سمجھتے تھے۔ علامہ اقبالؒ اس عقیدہ پر بچپن سے لے کر آخر وقت تک کاربند رہے اور ان کا یہ عقیدہ کبھی بھی متزلزل نہیں ہوا‘‘۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ان اقبال فروشوں کے اس کے دعوے کے باوجود اقبال مرحوم سے پھر بھی ایسے عمل سرزد ہوئے ہیں جن سے ان کے اس دعوے کی نفی ہوتی ہے۔

۱۹۵۳ء کے انکوائری کمیشن کے سامنے قادیانیوں نے باقاعدہ بیان دیتے ہوئے کہا تھا:

(الف) ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت کے سامنے خواجہ نذیر احمد قادیانی نے یہ بیان دیا کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی تھی۔ اور اس بیان کی

تصدیق غلام محی الدین صاحب قصوری نے کی تھی۔

اس پر ڈاکٹر اقبال مرحوم کے صاحبزادے ریٹائرڈ جسٹس جاوید اقبال لکھتے ہیں:

۱۹۵۳ء کے انکوائری کمیشن کے سامنے شہادت دیتے ہوئے ایک قادیانی گواہ نے بیان کیا کہ: اقبال نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی تھی، اور ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۱ء تک اس بیعت کے پابند رہے، لیکن اس کے بعد کشمیر کمیٹی میں مرزا بشرالدّین محمود اور اقبال کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے، جس کے نتیجہ میں انہوں نے احمدیت کے خلاف بیانات دینا شروع کر دیئے۔ جرح کے دوران گواہ نے پہلے تو کہا کہ یہ بیعت ۱۸۹۳ء یا ۱۸۹۴ء میں ہوئی تھی، پھر کہا کہ ۱۸۹۴ء میں ہوئی تھی۔ بعد ازاں گواہ نے اپنی شہادت کے کسی اور حصہ میں بتایا کہ اقبال ۱۹۳۰ء تک مرزا غلام احمد کو مجدد مانتے رہے۔ پھر کہا کہ اس نے اپنے بیان میں کہیں نہیں کہا کہ اقبال احمدی تھے۔

(زندہ رُود، صفحہ ۲۸۷ جلد نمبر ۳)

(ب) عدالت میں قادیانیوں کی طرف سے بتایا گیا کہ مولوی سعد اللہ نو مسلم لدھیانوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اس کے ہجو میں ایک نظم لکھی تھی۔ تو اس نظم کے جواب میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی نظم لکھی۔ اور ڈاکٹر اقبال مرحوم کی یہ نظم عدالت میں پڑھ کر سنائی گئی۔ عجیب بات ہے عدالت میں مخالف فریق (مسلمانوں) میں سے کسی نے بھی اس نظم سے انکار نہیں کیا۔ یہ نظم کتاب ''آئینہ حق نما'' میں موجود ہے، جو کہ اُس وقت عدالت میں بھی پیش کی گئی۔

(ج) عدالت کو بتایا گیا کہ: ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے مشہور لیکچر ''ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر'' میں (جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے جہنم رسید ہونے کے دو سال بعد ۱۹۱۰ء میں آسٹریچی ہال ایم، او کالج علی گڑھ میں بزبان انگریزی دیا تھا اور مولانا ظفر علی خان صاحب نے جس کا ترجمہ مئی ۱۹۱۱ء میں خود ڈاکٹر محمد اقبال کی موجودگی میں برکت علی محمڈن ہال لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ کے سامنے پڑھ کر سنایا تھا) فرماتے ہیں:

''میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر (اورنگ

زیب) کی ذات نے ڈالا ہے۔ ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اُسے پیش نظر رکھیں۔

پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اُس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔''

(تقریر مذکورہ مطبوعہ ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس لاہور ص ۱۸)

پھر بعد میں یہی لیکچر اقبال اکیڈیمی لاہور نے بھی شائع کیا ہے، جس کی کاپی میرے پاس بھی موجود ہے۔

ایک بات ذہن میں رہے کہ ہم نے یا ہمارے اکابر نے ڈاکٹر اقبال مرحوم پر کبھی کفر کا فتویٰ نہیں لگایا، نہ ہی کبھی اس کو گمراہ کہا، نہ ہی کبھی اس کو فاسق کہا اور نہ ہی اس کو کبھی قادیانی کہا۔ البتہ اقبال مرحوم کی قادیانی مسئلہ میں غیر ذمہ داریوں کا نوٹس ضرور لیا۔ اب یہی دیکھ لیجیئے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم ایک طرف تو مولوی سعد اللہ لدھیانویؒ کی اس نظم ''جس میں انہوں نے مرزا قادیانی کی تحقیر کی تھی'' کا مرزا قادیانی کی حمایت میں جواب دے رہے ہیں۔ پھر وہی اقبال مرحوم ۲۲ فروری ۱۹۰۲ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں نظم پڑھتے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہیں:

اے کہ صد طور است پیدا از نشانِ پائے تُو
خاکِ یثرب را تجلّی گاہِ عرفاں کردہ ای
اے کہ بعد از تو نبوت شد بہ ہر مفہوم شرک
بزم را روشن ز نورِ شمعِ عرفاں کردہ ای

اور پھر اس کے بعد ۱۹۱۰ء میں علی گڑھ اور ۱۹۱۱ء میں لاہور میں اپنے خطبے میں یہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ

''پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اُس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔''

ہم اقبال مرحوم میں کیڑے وغیرہ نہیں نکالنا چاہتے، ہم تو صرف ان اقبال فروشوں کو آگاہ کرنا چاہتے جن کا دھندہ اقبال کو علماء کا مخالف قرار دے کر امت مسلمہ کے نوجوان اور کچے ذہن کو

انتشار میں مبتلا کر کے علماء کے خلاف کھڑا کرنا ہے۔ یا وہ لوگ جن کے مسلک کے اکابر نے ڈاکٹر اقبال مرحوم پر کفر کے فتوے دیئے تھے (اس کی تفصیل گزشتہ شمارں میں لکھی جا چکی ہے، جس پر اقبال مرحوم نے دین ملاّ فساد فی سبیل اللہ کہا تھا) وہ اب اپنے بزرگوں کے اس کارنامے کو چھپانے کے لئے اقبال مرحوم کے عشق میں گھلے جا رہے ہیں۔

سیدھی اور سچی بات ہے کہ اقبال مرحوم یہ سارا نعتیہ وعشقیہ اور عقیدۂ ختم نبوت پر فلسفیانہ کلام کہنے کے باوجود قادیانیت کے مزاج کو نہ سمجھ سکے۔

اور اپنی وفات کے قریب (۱۹۳۳۔۱۹۳۴ کے بعد) قادیانیت کی کھل کر مخالفت کی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے پہلے وہ تمام عمر کسی نہ کسی شکل میں قادیانیت کے مداح اور مؤید رہے۔

اس کے متعلق ڈاکٹر اقبال مرحوم کے قادیانی بھتیجے شیخ اعجاز نے کچھ باتیں لکھی ہیں جس کو ڈاکٹر اقبال مرحوم کے صاحب زادے ریٹائرڈ جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی کتاب ''زندہ رود'' میں درج کی ہیں: یہ باتیں اگرچہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں مگر موضوع کی مناسبت سے دوبارہ لکھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے بھتیجے شیخ اعجاز کی ایک تحریر:

(۱)۔ اقبال نے ۱۹۰۰ء میں ایک انگریزی مقالہ بعنوان ''نظریہ مطلق'' (پیش کردہ شیخ عبدالکریم الجیلی) تحریر کیا تھا جو بمبئی کے رسالہ انڈین اینٹی کیوری میں شائع ہوا۔ اس مقالہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی موجودہ دور کے ہندی مسلمانوں میں غالباً سب سے عظیم دینی مفکر ہیں۔

(۲)۔ ۱۹۰۹ء میں بعض فقہی مسائل کے حل کے سلسلہ میں اقبال نے مولانا حکیم نورالدّین سے رجوع کیا اور اقبال کے سوالات بمعہ مولانا حکیم نور الدّین کے جوابات اخبار ''الحکم'' قادیان مورخہ ۲ دِسمبر ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئے۔

(۳) ۱۹۱۰ء میں انہوں نے ایک انگریزی مقالہ بعنوان ''مسلم کمیونٹی'' (جس کے بیشتر حصہ کا ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے اردو میں ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' کے عنوان کے تحت کیا) ایم، اے، او کالج علی گڑھ کے اسٹریچی ہال میں پڑھا تھا۔ اس مقالہ میں انہوں نے جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ پنجاب میں اسلامی سیرت کا

ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں۔

(۴)۔ ۱۹۱۱ء میں اقبال نے اپنے فرزند اکبر آفتاب اقبال کو، جو سیالکوٹ کے ایک مشن اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، قادیان بھیج کر وہاں سے تعلیم الاسلام اسکول میں داخل کرایا۔

(۵)۔ ۱۹۱۳ء میں اقبال کو ایک ذاتی معاملہ میں شرعی فتویٰ کی ضرورت پڑی۔ ذاتی معاملہ یہ تھا کہ اقبال کا سردار بیگم سے نکاح ۱۹۱۰ء میں ہوا لیکن رخصتی نہ ہوئی تھی۔ بلکہ وہ دل میں انہیں طلاق دینے کا ارادہ کر چکے تھے مگر تین سال بعد یعنی ۱۹۱۳ء میں وہ سردار بیگم کو گھر لانے کے لیے تیار ہو گئے۔

اب مشکل یہ تھی کہ چونکہ انہوں نے ایک مرحلہ پر دل میں طلاق دینے کا رادہ کر لیا تھا، اس لیے شبہ تھا کہ کہیں طلاق وارد نہ ہو چکی ہو۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے اقبال نے مرزا جلال الدین کو مولانا حکیم نورالدّین کے پاس قادیان بھیجا کہ مسئلہ پوچھ آؤ۔ مولانا حکیم نورالدّین نے کہا شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی لیکن اگر شبہ ہے تو نکاح کی تجدید کر لی جائے۔ اس پر سردار بیگم سے از سر نو نکاح پڑھایا۔

(۶)۔ ۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں مرزا بشیر الدین محمود (سلسلۂ احمدیہ کے دوسرے جانشین) نے مذہب اور سائنس،، کے موضوع پر اقبال کی زیر صدارت لکچر دیا۔ بعد میں اقبال نے اپنے صدارتی خطبہ میں قرآن مجید کی آیات سے اُن کے استنباط کی خصوصی تعریف کی۔

(۷)۔ ۱۵/ ستمبر ۱۹۳۰ء کو اقبال نے مرزا بشیر الدین محمود کے سیکرٹری کو ایک خط میں لکھا کہ چونکہ آپ کی جماعت منظّم ہے اور نیز بہت سے متعد آدمی اس جماعت میں موجود ہے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے انجام دے سکیں گے۔ اس خط کا عکس ''تاریخ احمدیت'' جلد ششم صفحہ ۴۶۵ پر شائع شدہ ہے۔

(۸)۔ ۲۵/ جولائی ۱۹۳۱ء کو نواب سر ذوالفقار علی خان کی کوٹھی واقع شملہ میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں اقبال، مرزا بشیر الدین محمود اور دیگر مسلم رہنما جمع ہوئے

اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی گئی۔ اجلاس میں موجود سب اکابرین نے کمیٹی کا رکن بننا منظور کرلیا۔ مرزا بشیر الدین محمود کو اقبال ہی کی تجویز پر کمیٹی کی صدارت کی پیشکش کی گئی، کیونکہ بقول اقبال، اُن کے پاس وسائل بھی تھے اور مخلص اور کام کرنے والے کارکن بھی

(۹)۔ دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے جب اقبال انگلستان گئے تو ۱۱/اکتوبر ۱۹۳۱ء کو مولوی فرزند علی امام احمدیہ مسجد لندن نے انہیں اور اُن کے رفقا کو مسجد کی ایک تقریب میں مدعو کیا۔

غلام رسول مہر اقبال کے ساتھ گئے۔ روزنامہ ''انقلاب'' میں چھپی ہوئی تفصیل کے مطابق اقبال نومسلم انگریزوں کی زبان سے قرآن مجید سن کر خوش ہوئے۔ وہ خصوصی طور پر ایک نومسلم انگریز نوجوان عبدالرحمٰن یارڈی کے حسن قرأت اور صحیح تلفظ سے محظوظ ہوئے۔

نیز ایک چھ سالہ انگریز نے بھی جب سورۃ فاتحہ پڑھ کر سنائی تو اقبال نے اُسے ایک پاؤنڈ انعام دیا۔ اور پھر مولوی فرزند علی کا شکریہ ادا کیا جن کی توجہ سے انہیں یہ موقع نصیب ہوا تھا۔

(۱۰)۔ ۷ اپریل ۱۹۳۲ء کو انہوں نے چودھری محمد احسن کے نام اپنے خط میں لکھا۔

''باقی رہی تحریک احمدیت۔ سو میرے نزدیک لاہور کی جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو میں غیرت مند مسلمان جانتا ہوں اور ان کی اشاعت اسلام کی مساعی میں ان کا ہمدرد ہوں۔ کسی جماعت میں شریک ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ آپ کو خود کرنا چاہیے۔

اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ جن طریقوں پر اس وقت تک عمل ہوا اُن کے علاوہ اور طریق بھی ہوسکتے ہیں میرے عقیدۂ ناقص میں جو طریق مرزا صاحب (مرزا غلام احمد) نے اختیار کیا وہ زمانہ حال کی طبائع کیلئے موزوں نہیں ہے۔ ہاں اشاعت اسلام کا جوش جو اُن کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے، قابل

قدر ہے''۔

(۱۱)۔ انجمن حمایت اسلام کے ساتھ تقریباً تمام عمر اقبال کی وابستگی رہی۔ وہ اس کی مجلس انتظامیہ کے رکن بھی رہے اور صدر بھی۔ مجلس انتظامیہ میں دو ایک احمدی رکن بھی ہوتے تھے اور انجمن کے جلسوں میں احمدی مقررین بھی آ کر تقریریں کرتے تھے۔ محاذ آرائی سے قبل اقبال نے کبھی ان باتوں پر اعتراض نہ کیا تھا۔ اسی طرح مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس میں احمدیوں کی شمولیت پر بھی اقبال کی طرف سے کبھی اعتراض نہ ہوا۔ بلکہ ایک سال تو سر ظفر اللہ خان مسلم لیگ کے صدر رہے۔ مگر اقبال نے کوئی مخالفت یا احتجاج نہ کیا۔

(۱۲)۔ ۱۹۲۶ء کی پنجاب کونسل کے انتخابات میں سر ظفر اللہ خان ایک مسلم حلقے سے منتخب ہوئے۔ اُسی سال اقبال بھی پنجاب کونسل کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔ کونسل میں دونوں نے سر فضل حسین کی قائم کردہ یونین اسٹ پارٹی کی رکنیت اختیار کی۔ اقبال کی طرف سے سر ظفر اللہ خان کے ایک مسلم حلقہ سے منتخب ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔

شیخ اعجاز احمد اپنے نوٹ میں تحریر کرتے ہیں:

''مندرجہ بالا حقائق اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ ۱۹۳۵ء کے آغاز تک علامہ اقبال کے نزدیک احمدی دائرہ اسلام سے خارج نہ تھے۔ مسلمانوں کے مفاد کی نگہداشت کی تحریکوں میں علامہ نہ صرف ان سے تعاون کرتے تھے بلکہ تحریک آزادی کشمیر میں جماعت احمدیہ کے امام کو تحریک کی قیادت بہ اصرار سونپی تھی۔ ان دنوں تو تعصب کا دور دورہ ہے لیکن ایک زمانہ آئے گا جب تعصب کی گھٹا چھٹ جائیگی اور محقق حضرات ضرور اس بات کی چھان بین کریں گے کہ احمدی جماعت جو، بقول علامہ اقبال ,,اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ،، تھی ۱۹۳۵ء میں ایکا ایکی کیوں علامہ کی رائے میں دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہوگئی۔''

(تلخیص زندہ رود مصنفہ جسٹس ریٹائرڈ، جاوید اقبال، جلد نمبر ۳ / از صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۸)

(باقی آئندہ)

شیخ ابوالوفاء افغانی رح

﴿۱۳۱۰ھ تا ۱۳۹۵ھ﴾

یہ ایک بابرکت شخصیت عبد صالح شیخ ابوالوفاء افغانی ہندی ہیں۔

ولادت اور وفات

۱۳۱۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۱۳۹۵ھ میں انہوں نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔

علامہ محقق، فقیہہ اصولی، محدث ناقد، مقری سید محمود شاہ قادری حنفی بن سید مبارک شاہ قادری حنفی، ابوالوفاء افغانی کے لقب سے مشہور تھے۔

ان کی شخصیت بہت سے باقی رہنے والے کمالات اور مناقب عالیہ کی مالک تھی۔

پیدائش و جائے پیدائش

دس ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ کو انہوں نے افغانستان کے شہر قندھار میں آنکھ کھولی۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تربیت اسی شہر میں اپنے جلیل القدر والد شیخ مبارک شاہ قادری کے زیر سایہ رہ کر حاصل کی۔

رامپور کا سفر

پھر چھوٹی عمر میں ہی تحصیل علم کیلئے ہندوستان کا سفر کیا۔ وہاں پہنچ کر رامپور کے بڑے بڑے علماء سے مختلف علوم حاصل کیے۔ پھر رامپور سے انہوں نے گجرات کا رخ کیا اور وہاں کے مشہور علماء سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔

حیدر آباد دکن کا سفر

اس کے بعد حیدر آباد دکن کی طرف روانہ ہوئے اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لے لیا۔ یہاں سے انہوں نے سن ۱۳۳۰ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد حدیث تفسیر فقہ اور قرأت میں یہاں کے شیوخ سے انہوں نے اجازت بھی حاصل کی۔

اساتذہ

مدرسہ نظامیہ میں وہ ان اساتذہ سے پڑھتے رہے۔ شیخ انوراللہ بانی مدرسہ نظامیہ ودائرہ المعارف العثمانیہ، عظیم شیخ عبدالصمد، شیخ عبدالکریم، شیخ محمد یعقوب، شیخ مقری محمد ایوب، شیخ فقہ رکن الدین اوران کے علاوہ ان شہروں کے دیگر اساطین علوم سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔

تدریس

فراغت کے فوراً بعد انہیں اسی مدرسے میں مدرس مقرر کرلیا گیا۔ یہاں اپنے شیوخ کی صحبت میں رہ کر وہ کئی سالوں اور پے درپے کئی زمانوں تک طلبہ کوعلوم عربیت فقہ اور حدیث پڑھاتے رہے۔

انجمن دائرۃ المعارف العثمانیہ کا قیام

اس کے بعدان کے دل میں انجمن دائرۃ المعارف العثمانیہ کے قیام کا خیال آیا تاکہ وہ اس ادارے کے زیرنگرانی اپنے متقدمین، فقہا اور محدثین کی یادگاریں شائع کریں۔ اس خیال کی تکمیل کیلئے انہوں نے اپنے دوستوں کی مدد سے اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ ایک کے بعد دوسری اور تیسری اور اس کے بعد کئی زمانوں کے آئمہ کی بہت سی نادر اور نفیس کتابیں اپنے اس ادارے سے شائع کیں۔ اس ادارے کے رئیس وہ خود تھے بلکہ اس ادارے کے سنبھالنے اور بہترین طریقے سے چلانے والی ان ہی کی ذات تھی۔ خالص اللہ کی رضا کیلئے جتنا ہوسکا۔ انہوں نے اس ادارے کو اپنا مال، وقت اور علم دیا۔

سفر حجاز

اللہ نے ان پر کرم فرمایا اور انہیں اپنے گھر کی زیارت کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ حج اور عمرہ کی نیت سے وہ سفر حجاز پر روانہ ہوگئے۔ یہاں انہوں نے اسلام کے جلیل القدر فضلاء کی ایک بہت بڑی جماعت سے ملاقات کی اوران سے استفادہ کیا۔ انہوں نے بھی ان سے استفادہ کیا۔ اس سفر سے ان کی شہرت اہل علم کے درمیان دور دور تک پھیل گئی۔

اہل علم کی طرف خط وکتابت

جن مخطوطات اور نادر کتابوں کی ان کو ضرورت ہوتی، ان کے متعلق وہ تمام علمی حلقوں کی طرف خط وکتابت کرکے ان سے اس سلسلے میں مدد لیتے۔ حتیٰ کہ ان کے پاس فقہ حنفی، حدیث رجال، تاریخ اور دیگر اسلامی علوم کی کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا۔

ان کی شائع کردہ کتب

انہوں نے اپنی تحقیق اور اضافوں کے ساتھ بہت سی نادر اور اعلیٰ کتابیں شائع کیں جن میں امام قاضی ابو یوسفؒ (سن وفات ۸۲) ا کی تین تصنیفات کتاب ''الآثار'' کتاب الرد علی سیر الاوزاعی'' اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ اور امام محمد بن حسین شیبانیؒ (سن وفات ۱۸۷) کی تین تصنیفات ''کتاب الاصل'' یہ کتاب بہت سی بڑی جلدوں پر مشتمل ہے۔ الجامع الکبیر اور شرح کتاب الآثار اس کتاب کی تحقیق وہ زندگی کے ساتھ نہ دینے کی وجہ سے صرف باب الجنائز کے آخر تک کر سکے۔

تحقیقی و تصنیفی کام اور دیگر ان کی شائع کردہ کتب

اس کے علاوہ انہوں نے ان کتابوں پر کام کیا۔ (۱) فقہ حنفی کی کتاب مختصر الطحاوی کی تحقیق ایک بڑی جلد میں (۲) امام بخاریؒ کی تاریخ کی کبیر کی تیسری جلد کی تحقیق (۳) امام جصاص کی کتاب النّفقات کی تحقیق (۴) سرخسیؒ کی اصول الفقہ اور (۵) شرح الزیادات کی تحقیق دو جلدوں میں اور (۶) حافظ ذہبی کی کتاب، مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ یوسف ومحمد پر انہوں نے تحقیقی کام کیا۔ (۷) امام محمد بن حسن شیبانی کی کتاب ''الحجۃ علی اھل المدینۃ'' جس کی تحقیق محدث فقیہہ مفتی مہدی حسن نے کی ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ان کی زیر نگرانی شائع ہوئی۔ (۸) اس کے علاوہ امام محدث قاضی ابی عبداللہ صمیری سن وفات ۴۳۶ھ کی کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (۹) حافظ محدث محمد بن یوسف صالحی شافعی دمشقی (سن وفات ۹۴۲) کی کتاب عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان اور دیگر نافع و نادر کتابیں انہوں نے اپنی زیر نگرانی شائع کیں۔

بیوی اور اولاد کے بجائے ان نفیس اور عمدہ کتابوں کی نشر و اشاعت سے وہ خود کو تسکین پہنچاتے تھے تا حیات وہ غیر شادی کے تنہا عابد اور زاہد بن کر رہے۔

مستحبات چھوڑنا بھی گوارہ نہ تھا

وہ متقی، رات کو مصلے پر کھڑے ہونے والے اور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کی مکمل حفاظت کرنیوالے شخص تھے۔ مستحبات کو چھوڑنا بھی ان کو گوارہ نہ تھا۔ انکے اوقات مطالعہ افادہ تحقیق و تعلیق اور نوجوان علماء اور طلبہ کو علم سکھانے کیلئے وقف تھے۔ حق بات کو برملا اظہار کر دیا کرتے تھے اور اس میں

ان کو کسی کی ملامت کی مطلقاً پرواہ نہ تھی۔ان کے چہرے کی جلد خوبصورت اور چمکدار تھی۔

گھر کا چشم دید نظارا

ہندوستان کے شہر حیدر آباد دکن میں واقع ان کے گھر جس نے بھی ان سے ملاقات کی اس نے دیکھا۔کہ ان کے سارے گھر میں سوائے مخطوطات ،مسودات اور مطبوعہ کتابوں کے اور کچھ نہ تھا۔ کتابوں کا یہ ذخیرہ ان کے اردگرد بکھرا پڑا تھا وہ اس سے سیراب ہوکر لوگوں کے سامنے اپنے علم کے ثمرات صاف شہد کی صورت میں پیش کیا کرتے تھے۔جسم کی کمزوری اور بیماری کی وجہ سے وہ زمین پر لیٹنے کے بجائے رسیوں سے بنی ہوئی ایک سادہ چارپائی پر سویا کرتے تھے۔

کم کھانا کم سونا

ان کا کھانا چند لقمے ہوتے تھے جن کو وہ رات میں کھاتے تھے ان کی راتیں اپنے رب سے مناجات میں گزرتی تھیں اور اپنی اس زندگی سے وہ راضی اور قناعت نے ان کو ڈھانپ رکھا تھا۔کسی چھوٹے یا بڑے کی آواز یا کسی بیوی یا بچے کا مطالبہ ان کو اس زاہدانہ تنہا زندگی سے نکالتا نہ تھا۔

سب سے بڑی فکر

علم میں اضافہ اور اس کی نشر واشاعت کی کوشش ان کی سب سے بڑی فکر تھی ،اپنی موت تک وہ اسی طرح زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ وقت آن پہنچا۔

سفر آخرت: بدھ کی صبح تیرہ رجب سن ۱۳۹۵ھ کو وہ سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔اللہ کی ان پر رحمت ہو اور وہ ان سے راضی ہو ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔(آمین)

مراجع ومصادر

شیخ ابوالوفاء افغانی کے تذکرے کا اکثر حصہ اس تذکرے سے لیا گیا ہے جس کو فاضل بھائی شیخ ابوبکر ہاشمی ہندی جو کہ شیخ ابوالوفاء کے ساتھی ہیں نے کتاب الآثار مصنفہ امام محمد بن حسن شیبانی کی دوسری جلد کے آخر میں لکھا ہے۔

کتاب الآثار کی شرح اور اس پر اضافہ بھی ابوالوفاءؒ نے کیا ہے لیکن شیخ ابوبکر نے اپنے ذکر کردہ تذکرے میں ان کے نام کی صراحت نہیں کی۔اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور ان سے مخلوق کو نفع عطا فرمائے۔آمین!

زکوٰۃ کا اجتماعی نظام اور اس کی اہمیت وافادیت

زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے جو معاشی و تعلیمی سدھار کی غرض سے فرض کیا گیا ہے۔نماز جس طرح حقوق العباد کی مظہر نظر آتی ہے، چنانچہ ان دونوں کی اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید میں ان دونوں کی اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید میں ان دونوں کا تذکرہ یکجا طور پر 26 مقامات میں آیا ہے اور اہل اسلام کو تاکید کی گئی ہے کہ نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، ایک موقع پر یہاں تک کہا گیا ہے کہ اسلامی حکومت کا اولین فریضہ اقامت صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادائیگی (کا نظام قائم کرنا) جیسا کہ ارشاد باری ہے۔''وہ لوگ جن کو ہم زمین مین حکومت عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں یعنی زکوٰۃ کا نظام جاری کریں'' (حج:۴۱)

چنانچہ سلسلہ ایمانیات کے بعد سب سے پہلے جو چیز فرض ہوئی ہے وہ یہی امور ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی حسب ذیل تصریح سے ظاہر ہوتا ہے ترجمہ: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی۔(توبہ ۱۸) احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے جب کبھی اسلامی احکام کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ترتیب کے لحاظ سے نماز کے بعد زکوٰۃ کا تذکرہ فرمایا اسی وجہ سے تاکید ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے اہل اسلام کو کبھی غافل نہ رہنا چاہیے۔ترجمہ:''ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے'' (نور:۲۷)۔ایک موقع پر زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قیامت کا انکار کرنے والے قرار دیا گیا ہے (حم سجدہ:۷) جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ان کا حال یہ ہے کہ وہ آخرت کے منکر ہیں۔

سماجی بہبود کا ایک جامع نظام

زکوٰۃ کی اس قدر تاکید کیوں ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ اس سے حقوق العباد کی ادائیگی مقصود ہے تا کہ، اسلامی معاشرے میں بہت زیادہ ہمواریاں نہ رہیں، غریبوں اور محتاجوں نیز دیگر حاجت

مندوں کی دیکھ بھال ہوتی رہے اور کوئی بھی بندہ اپنی بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے نماز جس طرح بدنی عبادت ہے اسی طرح زکوۃ ایک مالی عبادت ہے جو ایک طرف امیروں اور غریبوں کی جوڑتی ہے نیز انسانی ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی پر ابھارتی ہے تو دوسری طرف بخل اور کنجوسی کے مرض کو دور کر کے مال کا تزکیہ کرتی ہے اور خداوند کریم کی خوشنودی کا باعث بنتی ہے۔جس نے اپنی حکمت و مصلحت کی رو سے کسی کو امیر بنایا ہے تو کسی کو غریب تا کہ ہر ایک کی آزمائش پوری ہو کہ کون بندہ اس احکام پر چل کر آخرت کا طالب بنتا ہے اسلام کی نظر میں مال و دولت اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے لہذا اس امانت کا صحیح استعمال ہونا چاہئے اور اس میں کسی قسم کی کنجوسی یا بے اعتدالی نہیں ہونی چاہئے۔

غرض اسلام میں زکوۃ کی بے انتہا اہمیت ہے جو معاشرتی سدھار کا یک وسیلہ اور معاشی بہبود کی کنجی ہے اور یہ اسلام کا ایک اہم ترین امتیاز ہے کہ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی دیکھ بھال کے لیے ایک ایسا جامع نظام قائم کر دیا جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی چنانچہ اس نے ہر مال دار (صاحب نصاب) پر فرض کر دیا ہے کہ وہ اپنے فاضل مال کا ڈھائی فیصد حصہ بطور زکوۃ نکالے اور غریبوں محتاجوں اور ناداروں یعنی معاشی جدوجہد کے میدان میں پیچھے رہ جانے والوں پر خرچ کرنے۔

جماعتی نظام اور معاشرے کی شیرازہ بندی

اس اعتبار سے اسلام کا نظام زکوۃ معاشرتی فلاح و بہبود کا ایک اسیا جامع نظام ہے جس پر اگر صحیح معنی میں عمل کیا جائے تو اس سے نہ صرف مسلم معاشرے کا سدھار ہوسکتا ہے بلکہ خود مسلم معاشرے کی شیرازہ بندی بھی ہوسکتی ہے اور سب کو ایک لڑی میں پرویا جاسکتا ہے اور یہ عمل جماعتی زندگی کی طرف پہلا قدم ہوگا کیوں کہ مسلم معاشرے میں جو ناہمواریاں اور بے اعتدالیاں دکھائی دے رہی ہیں وہ ایک تو بے جماعتی زندگی اور دوسرے زکوۃ کو اندھادھند طریقے سے خرچ کرنے کے باعث ہیں اگر زکوۃ کو صحیح انداز میں خرچ کیا جائے تو اس سے مستحق لوگوں کو نہ صرف ان کا حق مل سکتا ہے بلکہ بے شمار فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہمارے بہت سے معاشرتی اقتصادی اور تعلیمی مسائل بھی حل ہوتے ہیں لیکن ان فوائد کے حصول کے لیے زکوۃ انفرادی طور پر ادا کرنے سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوسکتے جو اجتماعی طور پر ادا کرنے سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوسکتے، جو اجتماعی طور پر مطلوب ہیں کیونکہ نظم اجتماعی کے فوائد و مصالح عوام کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں اور مال دار لوگ اکثر و

بیشتر نام ونمود اور نمائش کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے اصل حق دار اس خدائی امداد سے محروم رہ جاتے ہیں نتیجہ یہ کہ معاشرتی ناہمواریاں جیسی کی تیسی ہی رہتی ہیں کیونکہ غیرت منداور خود دار لوگ مال داروں کو ڈیوڑھیوں پر زکوۃ مانگنے نہیں جاتے اس کا ایک دوسرا بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ زکوۃ انفرادی ادائیگی سے جماعتی زندگی کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ جماعتی نظام کے لیے زکوۃ ایک اہم وسیلہ ہے اور اس کے نظم سے ملت کی شیرازہ بندی عمل میں آتی ہے ظاہر ہے کہ ملی مصالح اور اس کی ضروریات کو ارباب حل وعقد ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں مگر چونکہ موجودہ دور میں جماعتی زندگی یا اجتماعیت کا تصور ہی زائل ہو گیا ہے اس لئے زکوۃ کے اجتماعی فوائد بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔

چنانچہ علامہ سید سلیمان ندویؒ اس سلسلے میں تحریر کرتے ہیں اسلام کی تنظیمی زندگی صرف دو بنیادوں پر قائم ہے جن میں سے ایک روحانی اور دوسری مادی ہے اسلام کا نظام روحانی نماز با جماعت ہے جو کسی مسجد میں ادا ہو قائم ہوتا ہے اور نظام مادی زکوۃ سے جو کسی بیت المال میں جمع ہو کر تقسیم ہو۔ حضرت عباسؓ کے زکوۃ وصول کرنے گئے تو انہوں نے کہا کہ میں دو سال کی زکوۃ رسول اللہ ﷺ کو پیشگی دے چکا ہوں اس پر جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مراجعت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے چچا نے سچ کہا ہے ہم نے ان سے دو سال کی زکوۃ پہلے ہی وصول کر لی ہے۔

یہ حدیث صحیح مسلم سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں دوسرے طریقوں سے مذکور ہے حضرت عباسؓ چونکہ تاجر تھے تو یہ مال تجارت کی زکوۃ ہوئی جو اموال باطنہ میں سے ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جب خلیفہ بنے تو آپ نے مدینہ منورہ کو ایک قاصد بھیج کر زکوۃ کے بارے میں رسول اکرم ﷺ اور حضرت عمرؓ کے ان مکتوبات کی نقلیں منگوائیں جو زکواۃ کے بارے میں تھے چنانچہ ان مکتوبات میں دیگر اشیا کے ساتھ سونے چاندی کا بھی تذکرہ موجود ہے اور اس حدیث کو امام عبیدؒ نے دو مقامات پر درج کیا ہے۔ پہلے مقام (فقرہ نمبر 933) میں اجب الزکوۃ چیزوں کی فہرست بیان کر کے اموال ظاہر کے نصاب کی تفصیل کی ہے اور دوسرے مقام (فقرہ نمبر 1106) میں سونے چاندی میں نصاب کی صراحت کی ہے جو مذکورہ بالا مکتوبات کے مطابق تھی چنانچہ اس میں صراحتاً سرکاری وصولی کا تذکرہ اس طرح موجود ہے سونے کی زکوۃ اس وقت تک کچھ بھی نہ لی جائے گی جب تک کہ وہ بیس دینار تک نہ پہنچ جائے جب وہ بیس دینار ہو جائے تو اس میں آدھا دینار لیا جائے گا اور چاندی جب تک دوسو درہم تک

نہ پہنچ جائے اس میں کچھ بھی نہ لی جائے گی جب دو دو سو درہم ہو جائے تو اس میں پانچ درہم لیے جائیں گے۔اس حدیث میں لفظ ''یوخذ'' صاف طور پر سرکاری وصولی پر دلالت کر رہا ہے اور یہ لفظ ''اخذ'' سے ماخوذ ہے جو احادیث و آثار میں زکوۃ کی سرکاری وصولی کے لیے استعمال کیا گیا ہے غرض امام طحاویؒ کی تصریح کے مطابق ان مکتوبات کو بنیاد بنا کر اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے ایک عامل ایوب بن شرجیل کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں سے ہر چالیس دینار میں ایک دینار زکوۃ وصول کریں پھر فرمایا کہ میں نے یہ بات ان لوگوں سے سنی ہے جنہوں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے(۳) اس اعتبار سے یہ مکتوبات تاریخی دستاویزات کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کی تائید ابو داؤد ترمذی اور دار قطنی کی روایات سے بھی ہوتی ہے جن کے الفاظ صراحتاً سرکاری وصولی بر دلالت کرتے ہین۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ معاف کر دی ہے مگر غلامی کی زکوۃ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم لیکن ایک سو نوے درہم میں زکوۃ نہیں ہے جب دو سو درہم پورے ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم زکوۃ ہو گی ایک اور حدیث میں مذکورہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ہر بیس دینار کی زکوۃ نصف دینار اور چالیس دینار کی زکوۃ ایک دینار وصول فرمایا کرتے تھے۔(۴) امام طحاویؒ نے اس مسئلے میں کہ زکوۃ امام وقت کو ادا کی جائے گی یا انفرادی طور پر تقسیم کی جائے گی وہ مسلکوں کا تذکرہ کرنے کے بعد دلائل کے ذریعے اس مسئلے کو ترجیح دی ہے کہ زکوۃ وصول کرنا امام کی ذمہ داری ہے اور اس سلسلے مین متعدد روایات پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے تحریر کیا ہے کہ امام وقت کو اموال ظاہری کی طرح اموال باطنہ کی وصولی اور تقسیم کا بھی حق حاصل ہے اور یہی اموال باطنہ کی وصولی اور تقسیم کا بھی حق حاصل ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔(۵) امام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی میں تصریح کی ہے کہ دور رسالت اور خلافت راشدہ میں جانوروں کی زکوۃ کے ساتھ ساتھ نقدی کی زکوۃ بھی وصول کی جاتی تھی اور اس مقصد کے لیے عمال بھیجے جاتے تھے نبی کریم ﷺ اپنے اعمال کو زکوۃ وصول کرنے کے لیے ہر سال (مختلف مقامات کو) بھیجا کرتے تھے اور اس پر (آپ ﷺ کے) خلفا نے مویشی اور نقدی (کی وصولی زکوۃ) کے سلسلے میں آپ ﷺ کی سنت سمجھ کر عمل کیا۔

(٦) رسول اللہ ﷺ نے مال تجارت کی زکوۃ نکالنے کا بھی حکم دیا ہے۔ان واضح نصوص سے یہ حقیقت

اظہر من الشمّس ہوگئی کہ دورِ رسالت اور خلفائے راشدین میں ہر قسم کے اموال کی زکوۃ سرکاری طور پر وصول اور تقسیم کی جاتی تھی اور اس میں اموال ظاہرہ و باطنہ کی کوئی تفریق نہیں تھی۔

حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل

اس باب میں خلیفہ راشد حضرت عمرؓ اور دیگر خلفا کا طرز عمل بھی ہمارے لیے قابل حجت ہے چنانچہ مذکورہ بالا سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کا جو طریقہ کار تھا اس کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں اس مقصد کے لیے متعدد عمال (کارندرے) مقرر کیے تھے۔ حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے اور ابوموسی اشعریؓ کو عراق بھیجا۔ اور موسیٰؓ کو تو آپ نے نماز (کی امامت) پر اور مجھے (زکوۃ کا) مال جمع کرنے پر مامور کیا ارفرمایا کہ مسلمان کا مال جب دوسو درہم تک پہنچ جائے تو اس میں سے پانچ درہم لے لو اور دوسو پر جو زائد ہو اس میں سے ہر چالیس درہم پر ایک درہم وصول کرلو۔ ایک دوسری روایت میں سونے کی زکوۃ کا بیان اس طرح مرکوز ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں زکوۃ پر عامل مقرر کیا اور حکم دیا کہ میں ہر بیس دینار میں سے نصف دینار وصول کروں۔ واضح رہے درہم چاندی کا اور دینار سونے کا ہوا کرتا تھا۔ امام محمدؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے ایک روایت اس طرح نقل کی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت انسؓ کو زکوۃ وصول کرنے کے لیے اہل بصرہ کے پاس بھیجا کرتے تھے کہ ان کے اموال سے چالیسواں اہل ذمہ سے (جب کہ وہ تجارت کی غرض سے آئیں) بیسواں اور حربی سے دسواں حصہ وصول کریں'' واضح رہے کہ اس موقع پر ''عاشر'' (چونگی یا محصول وصول کرنے والے) کا بیان نہیں بلکہ مصدق یعنی زکوۃ وصول کرنے والے کا بیان ہو رہا ہے نیز اس موقع پر کان یبعث کے الفاظ بھی اس حقیقت پر دلالت کررہے ہیں کہ حضرت انسؓ بصرہ کا ایک عامل کی حیثیت سے جایا کرتے تھے امام ابو یوسفؒ نے تصریح کی ہے کہ مسلمانوں سے جو محصول وصول کیا جاتا تھا وہ (سال میں ایک مرتبہ) بطور زکوۃ ہوا کرتا تھا اور ذمیوں نیز حربیوں سے جو کچھ وصول کیا جاتا وہ بطور خراج ہوتا۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے زیاد بن حدیر کو ''عین تمر'' (کوفے کے قریب ایک مقام) کے لیے عامل بنا کر زکوۃ وصول کرنے کی غرض سے بھیجا تھا اس میں بھی وہی تفصیل مذکور ہے جو اوپر کی روایت میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اپنے دور خلافت میں اسی قسم کا عشری نظام جاری کیا تھا نیز امام موصوف نے جو خلیفہ ہارون رشید کے دور میں سرقاضی تھے خلافت

عباسیہ میں بھی اسی قسم کا عشری نظام جاری کرنے کی سفارش کی تھی۔

حضرت عمرؓ مال تجارت کی زکوۃ بذات خود بھی وصول کیا کرتے تھے چنانچہ اس سلسلے میں ایک حدیث اس طرح مروی ہے ''حضرت عمرو بن حماسؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا گزر میرے پاس سے ہوا تو آپ نے فرمایا اے حماسؒ اپنے مال کی زکوۃ ادا کر میں نے غرض کیا کہ میرے پاس تو کوئی مال نہیں ہے سوائے ترکشوں اور چند وباغت دی ہوئی کھالوں کے تو آپ نے فرمایا کہ ان کی قیمت لگاؤ پھر ان کی زکوۃ ادا کرو۔

اس واقعہ کے مزید تفصیل بعض کتب حدیث کے حوالے امام بغویؒ نے اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حماس سے فرمایا کہ اس مال کو نیچے رکھو تو میں نے اسے نیچے رکھ دیا پھر آپ نے اس کا حساب کیا تو میں نے اس میں زکوۃ کو واجب پایا لہذا آپ نے مال کی زکوۃ وصول کر لی۔ یہ احادیث و آثار اموال باطنہ میں اسلامی حکومت کی جانب سے بحق سرکار وصولی کے ثبوت کے لیے بہت کافی ہیں لہذا ان نصوص وروایات سے ٹکرانے والی جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ محل نظر ہیں۔

عشر محصول کی وصولی

مویشی اور غلوں کی اموال ظاہرہ اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کی نظروں سے چھپانا ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس سونا چاندی اور مال تجارت کو چھپانا اور پوشیدہ رکھنا ممکن ہے اس لیے انہیں اموال باطنہ کہا جاتا ہے لیکن یہ اموال باطنہ صرف اسی وقت تک باطنہ کہلاتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے مقام پر یا گھروں میں پوشیدہ رہیں اگر وہ اپنے مقام سے باہر میدان میں آجائیں تو پھر وہ باطنہ نہیں رہ سکتے بلکہ وہ ان اموال ظاہرہ میں شمار ہوں گے لہذا سونا چاندی اور مال تجارت جب ایک شہر سے دوسرے شہر کو منتقل کیے جائیں تو پھر ان کی زکوۃ بھی حکومت وصول کرے گی چنانچہ حضرت عمرؓ نے مختلف شہروں کے راستوں میں چونگی خانے یا محصول گھر قائم کرادیے تھے جہاں پر ایک ناظم ہوا کرتا تھا اور وہ اصلاحی طور پر ''عاشر'' کہلاتا تھا جس کے معنی عشر یعنی چنگی یا محصول وصول کرنے والے کے ہیں موجودہ دور میں ایسے محصول گھروں کو ''تول گیٹ'' کہتے ہیں۔

غرض ایسے مقامات پر مسلمانوں اور غیر مسلموں سے عشر وصول کیا جاتا تھا اور جیسا کہ گزر چکا مسلمانوں سے لیا ہو عشر بطور زکوۃ ہوتا تھا جس کی مدت ایک سال ہوتی یعنی کسی شخص سے ایک سال کے دوران مزید عشر وصول نہ کیا جت اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کا فرمان اس طرح تھا۔ ''حضرت زیاد بن حدیر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عشر پر عامل بنایا اور حکم دیا کہ میں حربی تاجروں سے دسواں حصہ

ذمیوں سے بیسواں حصہ اور مسلمانوں تاجروں سے چالیسواں حصہ وصول کروں'' اس سلسلے میں فقہا نے ایک ضابطہ یہ بیان کیا ہے کہ جس وقت مال باطن ''ظاہر'' بن جائے تو اس کی وجہ سے چونکہ اس کی سرکاری حفاظت ضروری ہو جاتی ہے اس لیے سرکار (سلطان) کو زکوۃ وصول کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔

بہر حال یہ ضابطہ بعد والوں کے لیے ایک محکم قانون بن گیا اور اسلامی حکومت میں ہر جگہ اس پر عمل کیا جانے لگا خاص کر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں اس قانون پر عمل ہوا چنانچہ اس سلسلے میں آپ کا فرمان جو عاملین کے لیے تھا اس طرح تھا ''تاجروں کے منافع سے کچھ مت لو جب تک ان پر ایک سال نہ گزر جائے'' مطلب یہ کہ سال بھر تاجروں کے اموال میں جو منافع ہوتا رہتا ہے اس منافع پر زکوۃ کی وصولی ایک سال بعد کرنا ضروری ہے۔

خلفا راشدین کا ایک نمونہ

زکوۃ کے نظم اجتماعی کے سلسلے میں مذکورہ بالا ضوابط کے علاوہ خلفائے راشدین کے دور میں ہمیں ایک اور اسوہ نمونہ بھی ملتا ہے جو بڑا اہم ہے وہ یہ کہ اسلامی بیت المال سے جن حضرات کا وظیفہ مقرر تھا ان کے لیے لازم تھا کہ وہ اپنے مال کی زکوۃ بیت المال کو ادا کریں اور ایسے لوگوں پر زکوۃ واجب ہونے کی صورت میں ان کی زکوۃ وظیفہ کی رقم سے کاٹ لی جاتی تھی چنانچہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں اسی طرح مروی ہے: ''حضرت ابوبکرؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ جب کسی کو وظیفہ دینا چاہتے تو اس سے دریافت کرتے کہ کیا اس کے پاس (پہلے سے) کچھ مال موجود ہے جس پر زکوۃ نکلتی ہو؟ اگر وہ کہتا کہ ہاں ایسا مال موجود ہے تو آپ اس کے وظیفے میں سے اتنی رقم کاٹ لیتے اگر وہ بتاتا کہ اس کے پاس ایسا کوئی مال موجود نہیں ہے زکوۃ کے قابل ہو تو آپ اس کا وظیفہ اس کے حوالے کر دیتے'' حضرت عمرؓ خود وظیفے کی بھی زکوۃ لے لیتے اور وظیفے کے علاوہ صاحب وظیفہ کے پاس جو مال پہلے سے موجود ہوتا اس کی بھی زکوۃ وصول کر لیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کا طرز عمل اس طرح تھا جیسا کہ اس روایت میں ہے کہ حضرت قدامہ بن مظعون کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ (میرے والد کا) وظیفہ نکالتے تو میرے والد کے پاس پیغام بھیجتے کہ اگر تمہارے پاس قابل زکوۃ مال موجود ہو تو ہم اس کا حساب تمہارے وظیفے میں سے کر لیں گے حضرت عبد اللہؓ بن مسعود جو بیت المال کے ناظم تھے وہ بھی لوگوں کو وظائف دیتے تھے زکوۃ کی رقم وصول کر لیا کرتے تھے۔

بڑھاپا — مولانا یعقوب مجددیؒ

بڑھاپے کی شکایت کرنے کی مثال

''آخرت اور جنت مقصود اور نتیجہ ہے اور بڑھاپا اور موت اس کا ذریعہ اور پل ہے، اس لیے مجھے تعجب ہوتا ہے جب کوئی بڑھاپے کی شکایت کرتا ہے اور بڑے درد وحسرت سے کہتا ہے کہ اب مرنا ہی باقی ہے اور موت تو آنی ہے۔

وہ لڑکوں اور جوانوں کو حسرت سے دیکھتا ہے کہ کبھی میں بھی ایسا تھا، اس کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی کسان خوشی خوشی کھیتی کرے، جب غلہ کاٹنے اور غلہ اٹھانے کا وقت آئے تو رنجیدہ اور مایوس ہو، حالانکہ یہ ساری محنت ومشقت اسی دن کے لیے تھی اب افسوس کیوں؟ اب تو غلہ اٹھانے اور گھر لیجانے کا وقت آیا، حدیث میں آتا ہے کہ جو اللہ کی ملاقات کا شائق ہو اللہ بھی اس کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔

''من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہٗ''۔

حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بندے کے لیے خدا کی طرف سے سلام و پیام آتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

"ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائكة ان لاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی كنتم توعدون نحن اؤلیاء كم فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة"۔

بڑھاپے میں قفس کی تیلیاں کمزور ہو جاتی ہیں اس لیے طائرِ روح نکلنے کے لیے بیقرار ہوتا ہے

میں کلکتہ میں جہاں ٹھہرا ہوا تھا وہاں ایک انگریز کا مکان تھا، اس کے یہاں ایک مینا پلی ہوئی تھی۔ کلکتہ میں مکانوں کی دیواریں چھوٹی ہوتی ہیں اس لیے اکثر پاس پڑوس والوں کو دوسرے گھروں کا حال معلوم ہوتا رہتا ہے۔ میناؤں کا ایک جھنڈ گزرا اور انہوں نے آواز دی تو یہ مینا پنجرے میں تھی بے قرار ہوگئی اور بہت پھڑ پھڑائی۔ بالکل یہی حالت روح کی ہے کہ جب وہ اوپر کی آوازیں سنتی ہے

اور وہاں سے اس کے کان میں صدا آتی ہے کہ:۔

”یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی فی جنتی“۔

تو وہ بھی پھڑ پھڑاتی ہے اور اس کا دل بھی چاہتا ہے کہ پنجرے کی تیلیاں توڑ کر وہ بھی اپنے آشیانے کی طرف پرواز کرے اور اپنے ہم جنسوں میں جا ملے، لیکن وہ پنجرے سے مجبور ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں جسم ضعیف ہو جاتا ہے۔”ومن نعمره ننکسه فی الخلق“ گویا قفس کی تیلیاں پتلی اور کمزور ہو جاتی ہیں اور روح کو آزاد ہونے میں آسانی ہوتی ہے۔اس لیے بڑھاپا موجب شکر ومسرت ہے نہ کہ موجب شکایت وحسرت۔

اخبار بینی کی لت

بڑھاپے میں اس عالم کی تیاری اور اس کا اشتیاق زیادہ ہونا چاہیے لیکن میں نے ملنگ شاہ کی مسجد کے قریب ایک ضعیف العمر بزرگ کو دیکھا کہ مغرب کی اذان ہو رہی ہے اور وہ ایک چائے خانہ میں بیٹھے ہوئے اخبار کے مطالعہ میں محو ہیں،

مؤذن پکار رہا ہے حی الصلوۃ، حی الفلاح اور وہ اپنی صلاح وفلاح بھولے ہوئے دوسروں کے قصوں اور بکھیڑوں میں جن کا وہ کچھ بنا بگاڑ نہیں سکتے مستغرق

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھالیا
اپنی بلا سے بوم رہے ہیں یا ہما رہے ہیں

جو کسی اصلاح اور مقصد کے لیے اخبار دیکھتے ہیں
ان کے لیے اخبار بینی موجب ترقی ہے

ایسے آدمی کے لیے جو دنیا کی رفتار پر کچھ بھی مؤثر نہیں ہو سکتا اخبار بینی کا انہماک اضاعت وقت نہیں تو اور کیا ہے؟ البتہ جو لوگ مؤثر ہو سکتے ہیں اور جو کسی اصلاح اور مقصد کے لیے اخبار دیکھتے ہیں، ان کے لیے اخبار بینی موجب ترقی اور باعث ثواب ہو سکتی ہے۔ مجھ سے اعزاز الدین خاں صاحب نے بیان کیا تھا کہ تھانہ بھون میں اخبار کا داخلہ ممنوع تھا۔ میں بہت خوش ہوا۔ جب مجھے اپنے کسی صاحب فن اور محقق سے تائید مل جاتی ہے تو بڑی خوشی ہوتی ہے۔

معاف کر دینا

معاف کر دینے والا بآرام میٹھی نیند سو جاتا ہے
اور بدلے دھن والا دن رات متفکر رہتا ہے اور توڑ جوڑ سوچتا ہے

سنو! معاف کر دینے والا تو بآرام میٹھی نیند سو جاتا ہے، اور بدلے کی دھن والا رات دن متفکر رہتا ہے اور توڑ جوڑ سوچتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور ﷺ بھی وہیں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ مسکرانے لگے، حضرت صدیقؓ خاموش تھے لیکن جب اس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا، اس پر حضور ﷺ وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے رہا نہ گیا، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ مجھے برا کہتا رہا تو آپ بیٹھے رہے، سنتے رہے، اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ﷺ ناراضی سے اٹھ چلے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! جب تک تم خاموش تھے، فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا، جب تم خود بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا۔ پھر بھلا میں شیطان مردود کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا؟ پھر فرمایا، سنو ابوبکر! تین چیزیں بالکل برحق ہیں:

۱۔ جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔

۲۔ جو شخص سلوک اور احسان کا دروزاہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا۔

۳۔ اور جو شخص بڑھانے کے لیے سوال کا دروزاہ کھول لے گا اس سے اس سے مانگتا پھرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے یہاں بے برکتی کر دے گا اور کمی میں ہی مبتلا رکھے گا۔ یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔ [تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۲۳]

معاف کرنے میں جو لذت ہے، بدلہ لینے میں نہیں ہے

۱۔ نبی اللہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں پر قابو فرما کر، فرمادیا کہ جاؤ تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دعا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرمادے۔

۲۔ اور جیسے سردارِ انبیاء رسولِ خدا، احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ نے حدیبیہ میں کیا جب کہ اسی (۸۰) کفار غفلت کا موقع ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے، جب یہ پکڑ لیے گئے اور گرفتار ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردیئے گئے تو آپ ﷺ نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔

۳۔ اور جیسے کہ آپ ﷺ نے غورث بن حارث کو معاف کردیا۔ یہ وہ شخص ہے کہ حضور ﷺ کے سوتے ہوئے اس نے آپ ﷺ کی تلوار پر قبضہ کرلیا۔ جب آپ ﷺ جاگے اور اسے ڈانٹا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ ﷺ نے تلوار لے لی، اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوگیا، آپ ﷺ نے صحابہؓ کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرمادیا اور جانے دیا۔

۴۔ اسی طرح کبید بن اعصم نے جب آپ ﷺ پر جادو کیا تو باوجود علم وقدرت کے آپ ﷺ نے اس سے درگذر فرمالیا۔

۵۔ اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ ﷺ کو زہر دیا تھا، آپ ﷺ نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا۔ اور باوجود قابو پانے اور معلوم ہوجانے کے بھی آپ ﷺ اتنے بڑے واقعہ کو آنا جانا کردیا۔ اس عورت کا نام زینب تھا۔ یہ مرحب یہودی کی بیوی تھی جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سلمہؓ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔ خود شانے ہی نے آپ ﷺ کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی جب آپ ﷺ نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کرلیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو یہ آپ ﷺ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا، اگر آپ ﷺ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ سے راحت حاصل ہوجائے گی۔ یہ معلوم ہوجانے پر اور اس کے اقبال کرلینے پر بھی خدا تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، معاف فرمادیا، گو بعد میں وہ قتل کردی گئی، اس لیے کہ اسی زہر سے اور اسی زہریلے کھانے سے حضرت بشر بن براءؓ فوت ہوگئے تھے، تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی اور بھی حضور ﷺ کے ایک واقعات بہت سے ہیں۔ [تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۲۱]



خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

کبھی کبھی بیوی اپنے شوہر پر خرچ کرے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینب ثقیفہؓ بڑی مالدار خاتون تھیں۔ فرماتی ہیں کہ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہم نے سنا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ اور خیرات کیا کرو، اگرچہ اپنا زیور (فروخت کر کے) ہی کیوں نہ ہو''۔ کہتی ہیں کہ میں اپنے خاوند عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئی اور کہا، آپ محتاج ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ مسئلہ دریافت کریں۔ اگر یہ صدقہ میں آپ پر کروں اور یہ کفایت کر جائے تو ٹھیک ورنہ میں یہ صدقہ دوسروں کو دیا کروں گی۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے کہا: تم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت زینبؓ کہتی ہیں: چنانچہ میں اللہ کے رسول ﷺ گھر کی طرف چل دی، وہاں دروازے پر ایک انصاری عورت کھڑی تھی۔ میں نے جب اس پوچھا کہ تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟ تو اس کا مسئلہ بھی میرے جیسا ہی تھا۔ اب احترام کے ساتھ باہر کھڑی ہوگئیں کہ اندر جانے کی جرأت کون کرے۔ اتنے میں گھر سے حضرت بلالؓ باہر نکلے۔ ہم نے موقع غنیمت جانا اور ان سے کہا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھنا چاہتی ہیں کہ کیا وہ اپنا صدقہ اور خیرات اپنے شوہروں کو دے سکتی ہیں اور اسے اپنے زیر پرورش یتیموں پر خرچ کر سکتیں ہیں؟ اور ساتھ ہی ان سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو ہمارے بارے میں نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟ فرماتی ہیں کہ حضرت بلالؓ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس گئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ جو دو عورتیں دروازے پر ہیں کون کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ایک تو انصاری عورت ہے اور دوسری زینب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون سی زینب؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا: ''عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی''۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ان کے لیے دوہرا اجر وثواب ہے، ایک قرابت داروں سے حسن سلوک کا اور دوسرا صدقہ خیرات کرنے کا''۔ [بخاری: ۱۴۲۲، مسلم: ۱۰۰۰]

ایک عورت کو مرگی کے دورے پڑتے تھے مگر وہ جنتی تھی

امام بخاری و مسلم یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عطا بن ابی رباحؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ کھڑے تھے کہ سامنے سے کالے رنگ کی لونڈی گزری۔ عبداللہ بن عباسؓ نے عطاءؒ کی طرف دیکھا اور کہنے لگے: تمہارا کیا خیال ہے؟ کیوں نہ تمہیں ایک جنتی عورت دکھاؤں؟ حضرت عطاءؒ نے تعجب سے کہا کہ ایک جنتی عورت؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا ہاں جنتی عورت ہے، جب وہ وفات پا جائے گی تو جنت میں جائے گی۔ عطاءؒ نے تعجب سے کیا، کہنے لگے کہ مجھے دکھائیں، وہ کون سی خوش نصیب خاتون ہے جو جنتی ہے، ہمارے درمیان رہتی ہے۔ بازاروں گلیوں میں چلتی پھرتی ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ کے کالے رنگ کی اس بوڑھی لونڈی کی طرف اشارہ کیا۔ کہنے لگے کہ وہ بوڑھی عورت جنتی ہے ۔حضرت عطاءؒ نے پوچھا، ابن عباسؓ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ جنتی ہے؟ جواب دیا: کئی سال گزرے یہ کالی کلوٹی لونڈی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی، تب اس کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آ کر شفاء کے لیے دعاء کی درخواست کی۔ وہ کہنے لگی: ''میری زندگی اجیرن ہوگئی ہے، بچے مجھ سے ڈرتے ہیں، میرا مذاق اڑاتے ہیں، مجھ پر ہنستے ہیں، میں بازار میں ہوں یا گھر میں، یا لوگوں کے پاس، اچانک مجھے دورہ پڑتا ہے اور مجھے ہوش نہیں رہتا، میں اس زندگی سے تنگ آ چکی ہوں، اللہ کے رسول ﷺ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے شفا عطاء فرمائے۔'' رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ صحابہ کرام کو صبر پر درس دیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم چاہو تو صبر سے کام لو اور اس کے عوض تمہارے لیے جنت ہے۔ اور اگر چاہو تو میں تمہاری شفاء کے لیے دعا کر دوں''۔

اللہ کے رسول ﷺ نے جب یہ بات ختم کی تو اس عورت نے غور و فکر کیا، سوچا، اپنے حالات اور اپنی بیماری کو دیکھا۔ آپ ﷺ کے فرمان کو اپنے دل میں دہرایا۔ اب وہ دونوں میں فیصلہ کرنا چاہ رہی تھی کہ کس کو اختیار کرے۔ صبر کو یا دنیاوی آرام کو؟ سوچا، غور کیا کہ دنیا تو فانی ہے، اسے ایک دن ختم ہو جانا ہے۔ میں جنت میں کی طلبگار کیوں نہ بنوں، اس کی چاہت کیوں نہ کروں؟ اور پھر اس نے اپنا فیصلہ صادر کر دیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں صبر سے کام لوں گی، لیکن مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے تو میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ وہ مجھے بے پردہ نہ کرے''۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرما دی۔ [مسلم ۲۵۷۶، بخاری: ۵۶۵۲]

خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ

مِلّیّہ

فیصل آباد پاکستان

کے گذشتہ شمارے

آن لائن پڑھیے

1430 H -2008

1431 H - 2009

1432 H - 2010

1433 H - 2011

1434 H - 2012

1434 H - 2013

1435H - 2014

1436H - 2015

انٹرنیٹ ایڈریس

www.milliafsd.com

MONTHLY MAGAZINE **Millia**
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com Fax # 041-8502213